کتاب ہذا موسوم بہ

گلید لدنی (مکمل)

(بزبانِ اُردو)

علی محمد گلکار

شائع کردہ

Ali Mohd. Dar, Batapora Khanabal.
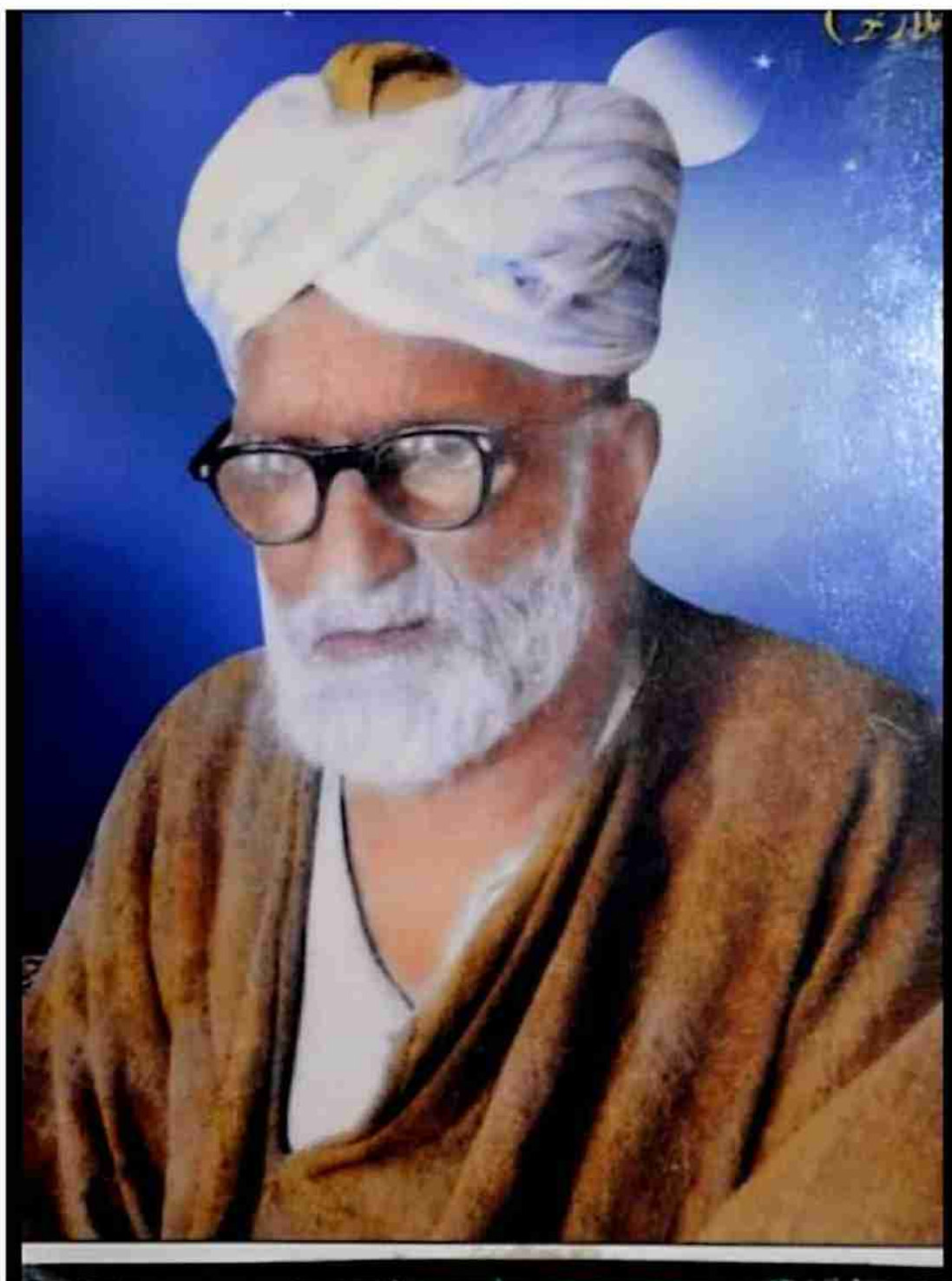
حضرت علی محمد گلکار صاحب
(رحمة اللّٰه عیله)

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کتاب ھذا موسوم بہ

کَلیدِ لُدَّنی (مکمل)

(بزبانِ اُردو)

— من تصنیف —

جناب علی محمد گلکار، عرف، کھر، ساکنہ ملارٹہ
متصل جامع مسجد - سرینگر کشمیر

شائع کردہ:
محمد عبداللہ میر ساکنہ موضع کھندورہ (تحصیل اسلام آباد) کشمیر

ایک نظر

اس کے علاوہ چودہ سوالات :: رسومات بد کو مٹانے کیلئے عملی کوشش

اعلان

میرے بہت سے مرید شہر اور دیہات کے رہنے والے ہیں
چونکہ زیر نظر کتاب میں چند لوگوں کے نام درج ہیں۔
اگر کسی بزرگ کو مذکورہ حکایات کے حاصل کرنے کی
ضرورت ہو تو میرے طالب سے بھی حاصل کر سکیں گے۔ غرض یہ
خیال رکھنا ضروری ہے کہ اُن سے بھی کتاب کے حکایات سے متعلق
یعنی روحانی تین درجوں کی واقفیت حاصل کریں۔ نہ کہ وجودی جو
فانی اور غلط ہے ؛

مصنف

گزارش جانب تجدید شائع کنندہ

چونکہ تقریباً کتاب ہذا کا تشہیر آج سے بیس پچیس سال ہو چکی تھی اور دور حاضر میں شمنی حضرات کے لئے ناپسند ہو چکی تھی۔ اسی جذبے کے تحت فقیر علی محمد ڈار نے کتاب ہذا کو منظر عام تک لانے کیلئے اس کی تجدید اشاعت کا بیڑا اٹھا کر ہر خاص و عام کے جاننے کا شوق پیدا ہو اور راہ حق تک رہنمائی ہو سکے۔

فقیر علی محمد ڈار
ساکنہ گرپورہ
تحصیل. اسلام آباد

سوانح عمری

جناب علی محمد صاحب گلکار

آپ کا اصلی نام علی محمد گلکار عرف کھر ہے۔ آپ میرٹ محلہ سرینگر متصل جامع مسجد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر اسوقت تقریباً ستہر سال ہے آپ جناب استاد غلام محمد گلکار عرف (کھر) کے صاحبزادے ہیں آپ کے والد صاحب بڑی محنت و مشقت سے گلکاری کا کام کرکے اپنا گذارہ کرتے تھے۔ آپ کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں ۱۔ استاد غلام علی کھر ۲۔ استاد علی محمد مذکور ۳۔ استاد حبیب اللہ کھر۔ بڑے بھائی کی عمر تقریباً آٹھ سال کی تھی جبکہ آپ کے والد بزرگوار اس دنیا سے انتقال کرگئے۔ پھر آپ کی پرورش والدہ اور دادی صاحبہ سے ہونے لگی۔ آپ کے خویش و اقارب تعزیہ پرسی کے لیے اس وقت آتے جاتے تھے۔ لیکن آپ کے دنیوی گذارہ کی طرف کوئی متوجہ نہ ہوا۔

اسی دوران آپ کے بڑے بھائی کو ان کے پھوپھی نے بحیثیت پسر پروردہ لیا مگر جلدی ہی واپس اپنے گھر آیا۔ پھر آپ نے مشترکہ طور مزدوری و مشقت کرنی

شروع کی اور اپنا گذارہ کرنے لگے۔ اسی دوران آپ کی ہمشیرہ کو دوست نے اپنے لڑکے کے نکاح میں لے لیا۔ اور آپ دونوں بھائیوں کو اُستاد ستار نے اپنے گھر لے کر ان دونوں بھائیوں (آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی اُستاد حبیب اللہ کے رسومات ختنہ انجام لائی اور چند دن گذرنے کے بعد آپ تینوں بھائی اور بہن اپنے والد کے پاس پہنچ گئے۔ غرض آپ کے بہنوئی فقیروں، درویشوں کے پاس اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ اور آپ کی ہمشیرہ کی جائیداد جو کہ آپ کے پاس تھا۔ آپ نے اپنے بہن و بہنوئی کو واپس حوالہ کیا۔ اور آپ اپنے کے ساتھ محنت و مزدوری کرنے لگے۔ آپ کے بہنوئی کی لاپرواہی کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ آپ کے بہن کی دیکھ بھال اور پرورش کا بوجھ آپ پر آپڑا۔ اسی اثنا میں آپ کے بڑے بھائی کا انتقال ہوا۔ اور اس وقت بھی آپ کے رشتہ دار تعزیہ پرسی کے لیے آتے اور جاتے تھے۔ لیکن آپ کے ذاتی احوال کے متعلق کچھ نہیں پوچھتے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی کی وفات کے صدمہ سے آپ کی ماں اور دادی نے بڑے رنج اور الم کے باوجود بھی آپ کے بڑے بھائی کا تابوت جنازہ گاہ تک پہنچادیا۔ چونکہ اس وقت آپ کا گذارہ معاش آپ کے مرحوم بھائی پر ہی تھا۔ لیکن آپ نے اس کے بعد صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی ہدایت کرتے آپ فقیروں درویشوں کی خدمت میں جاتے تھے۔ اور زیارت گاہوں پر جاتے تھے اور ہمیشہ محنت و مشقت کی طرف متوجہ ہوکر زندگی بسر کرتے تھے۔ چونکہ آپ کے نیک سلوک اور محنت مشقت کے باوجود آپ کے پڑوسی اور دیگر احباب بھی آپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے لگے۔ جبکہ آپ نے بلا برد تقویٰ عمل

طور انجام دیا کیونکہ قرآن میں آیا ہے کہ روحانیت حاصل کرو۔ اور حلیمی اختیار کرو۔
غرض آپ کے اقرباء خاص کر استاد محمد خضر اور استاد غلام احمد عرف کھر نے آپ
سے ذاتی ہمدردی کا اظہار کیا۔

باوجود یہ کہ آپ فقیروں درویشوں اور آستانوں پر حاضری دیتے
تھے لیکن آپ کے طلب و تقاضا کے متعلق آپ کو کوئی حقیقت نظر نہ
آئی۔ آخرکار جناب میر غلام صاحب اندرابی نے آپ کو ظاہری تربیت کی۔ اس
کے علاوہ جو کچھ آپ میں بصیرت روحانی نصیب ہوئی۔ وہ صرف آپ کو
اولیاء اللہ کی عنایت سے ہی حاصل ہوئی ہے۔

آپ جو کچھ محنت مزدوری کر کے کماتے تھے سب اپنی والدہ صاحبہ
کے حوالے کرتے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ ان کی اہلیہ کے سپرد کرتی تھیں۔ نتیجہ
کے طور اخراجات میں قناعت ہوتی تھی۔ اور میاں بیوی اور والدہ صاحبہ
خوش و خرم دن گذارتے تھے۔ شک و شبہ کی گنجائش کبھی ظاہر نہ ہوئی جس
سے دن بدن آپ نے ترقی کی۔

آپ ہمیشہ محنت و مزدوری کرنے میں دیانت کو زیر نظر رکھتے تھے
جس کی بدولت آپ کو ایک ٹھیکہ دار نے کام کے صحیح طور انجام دینے پر
دو کشتیاں لکڑی کی بطور انعام دے دیں۔

آپ کی وسعت قلبی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے
کہ آپ ہمیشہ کسی جاہل یا بد دیانت آدمی کو جھگڑے کا موقعہ نہیں دیتے کیونکہ
اگر کسی وقت آپ کا مقروض آدمی مانگنے کے وقت انکار کرتا تو مقروض کو قرض بخشتے تھے۔

تو اس وقت آپ اپنے مقروض شخص کو قرض بخشتے ہیں آپ اپنے محسن کے ہمیشہ شکر گذار رہتے تھے اور آپ کا کہنا بھی یہی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ہمیشہ اُسی کی شکر گذاری اپنے جسم اور جسم کے اعضاؤں یعنی آنکھوں کانوں اور بازوؤں اور ٹانگوں جو کہ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے میں کام آتے ہیں کرو۔ کیوں کہ انسان کو خدا نے اسماء معظم کے صفت بخشے ہیں۔ یعنی (اسم احد) جس نام کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اُس وعدہ پر کھڑا ہونا جو عالم ارواح میں الست بربکم کے خطاب کے سنتے ہیں قالو بلٰی کا اقرار تمام ارواح کر گئے۔ اسی طرح اسم ستار کا مطلب یہ ہے کہ عیوب پر ستر کرنے کا مستحق بھی انسان ہی اور جیسے اسم رزاق یعنی انسان ہی بھوکے کو کھلا سکے گا یعنی اُس کا رزاق بن جائے گا۔ غرض انسان کو خدا نے سمیع البصیر اور متکلم بنایا۔ اب یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان گناہ اور ثواب کا خود مختار ہے لہذا انسان کو چاہیئے ہمیشہ گناہوں سے باز رہنے کی کوشش کریں۔ اور نیکی کا راستہ اختیار کریں۔ لیکن اگرچہ کسی وقت کوئی گناہ سرزد نہ ہو جائے تو جلدی ہی توبہ کریں۔

غرض انسان اپنا ازل یعنی لوح محفوظ خود ہی لکھ دیتا ہے۔ یعنی گناہ و ثواب کا اختیار رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الآیہ (فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۵ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۵)

ترجمہ: اگر ذرہ بھر نیکی کریں گے تو وہی پائے گا۔ اگر ذرہ بھر بدی کرے گا تو وہی پھل پاوے گا۔ اور جو دوسرا ازل جو خدا نے خود ہی قائم کیا ہے وہ الست عہد کا پورا کرنا وعدے کا ہے اور وہیں ایمان کامل پر پہنچ جاتا ہے اور وہ

وعدہ دنیا میں ہی ہر انسان کو پورا کرنا فرض ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے جس نے یہاں نہ پہنچا تا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہا۔

آپ کا فرمودہ یہی ہے کہ ماں باپ کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن ہی سے کام کرنے کی طرف راغب کریں۔ اور اُن میں نیک عادات ڈالنے کی کوشش کریں۔ بچوں کو سدھارنے کے لیے تھوڑا دباؤ تاکہ بچے کسی بُرے کام کے عادی نہ بن جائیں۔ اب عمل درآمد اس طرح کریں کہ بچے کو بعد اوقات شیر خواری ماں باپ کا رعب رکھنا ضروری ہے جس سے بچہ اپنے مستقبل کے اسباب پیدا کرے۔ اور بچے کو بذریعہ پیار و محبت کاہل الوجود نہ بنائیں۔ کیونکہ بعض بچے ماں باپ کے پیار کرنے سے بُرے کاموں کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ حقیقت یہ بتاتی ہے کہ زیادہ تر بچے کو ماں کی ہی نگہبانی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ بچے کی پرورش ہر طرح ماں سے ہی ہوتی رہتی ہے۔

آپ ہمیشہ عوام کو وعظ و نصیحت فرماتے ہیں یعنی جو کوئی کام کسی شخص کو انجام دینا ہو اس کے لیے اخراجات بتدریج آہستہ آہستہ میسر کر کے کام شروع کریں اور انجام کو پہنچا دیں۔ مثلاً مکان تعمیر کرنا ہو۔ تو پہلے پتھر، اینٹ لکڑی اور دیگر اخراجات آہستہ آہستہ جمع کر کے تعمیر کو انجام تک پہنچا دیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ آگ لگنے پر ہی کنواں کھودنا پڑے۔ یعنی اُسے مقروض ہونا پڑے۔ چونکہ لاپروا آدمی ہی مقروض بن جاتا ہے۔ اور انسان کو چاہیئے کہ مکان کی دیواروں

میں زیبائش کے لیے رنگ و روغن نہ کریں۔ کیونکہ کسی وقت اقتصادی حالات خراب ہونے پر اس پر دوبارہ رنگ و روغن کرانے کی سکت نہ رہ سکے۔ تو یہ رنگ و روغن بدزیب ہونے کا احتمال پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے لوگوں میں حقیر بن جاتا ہے انسان کو چاہیئے کہ جس قدر مالی طاقت رکھتا ہو اُسی قدر لباس اور کھانا پینا اختیار کریں۔ یعنی جتنی چادر لمبی ہو اتنے ہی پاؤں پھیلائے۔ مطلب یہ ہے کہ قناعت کو مدنظر رکھ کر سو میں سے نوے فیصد کی کریں تاکہ انسان اپنی زندگی آرام سے گذارے۔

اب غرض یہ ہے کہ اپنی کمائی گھر کی مالکہ کے سپرد کرنی چاہیئے اور اُسی کے ہاتھ خرچ بھی کرائیں تاکہ وہ گھر رسومات بد سے محفوظ رہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت گھر کی مالکہ خود ہی روپے کی لالچ میں اخراجات کی بچت کرتی ہے اور سرمایہ پیدا کرتی ہے جس سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ ایام کمائی میں جو بچ جائے وہ بڑھاپے میں کام آجائے کیونکہ تندرستی ہمیشہ نہیں رہتی ہے۔

اب سوال یہ رہا کہ مرد سے عورت کو کیوں ترجیح دی گئی۔ چونکہ اس آیت سے عورت کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ہے:
وَنحنُ اَقربُ مِن حبلِ الورِید۔ غرض اس آیت کے آخر میں (ہا) اور "زیر" لگی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بھی مونث ہی نزدیک ہے کیونکہ (زیر) بھی مونث کہلاتی ہے اور (ر) بھی حرفوں میں

شمسی یعنی مونث ہی کہلاتا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی فرمایا گیا ہے ـــــ شرف المکان بالمکین یہاں بھی مونث کے طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔ غرض مذکورہ حدیث شریف کے آخر میں بھی (ن) اور (زیر) لگی ہے جہاں مونث کے طرف ہی اشارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مکان دو طرح کے ہیں ایک ظاہری (رہائشی مکان) دوسرا انسان کا وجود بھی مکان ہی تصور کیا جاتا۔ غرض ان دونوں مکانوں کا شرف مکانت والوں سے حاصل ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ جب کسی گھر میں مالکہ عورت، اطمینان سے نہیں رہتی تو وہ گھر روز بروز ویران ہوجانے لگتا ہے۔ اسی طرح انسان جسم میں اگر کوئی ذکر پیدا ہوجائے تو جسم میں کمزور اور دُبلا ہوجاتا ہے غرض انسانی جسم کے مونث سردار کے چند درجے ہیں وہ یہ ہیں کہ طریقت ذکر کو تصور کرتا ہے اور حقیقت چشم بصیرت مالکہ تصوّر کرتے ہیں اور معرفت نورِ محمدی کو صفات تصوّر کرتے ہیں۔ غرض چاروں درجوں میں مونث ہی ثابت اور ظاہر ہوئی اور مذکر یعنی ذات غائب ہی رہا۔

غزل از مصنف کتاب ہذا

دَم غنیمت زان ناداں غافلو !

چھُوی کُتھ کَتۍ پیر یادان کاملو

بوی ہتو پانس سونا اکھ موکھ چھُو دور

عشق رٔہبر شک میلت درگلو

کان آدم معنہ چھُوس لا انتہا

زانہ غائب پےٚ تمیکو صاحب دِلو

شاہدس نِشہ واحدس سیدی احد

ہمہٕ ترادت لامہ الفس گو یِلو

گاہ چھُو مشتاق گاہ چھُو معشوق پانسی

گاہ چھُو برسرگاہِ میہ ڈلوکھم یزملو

مول خالق کل چھُوی پیدا ذوالعرش

کل چھُو محیط رٔہت چھاوان بلبلو

مست سیدس عین مستی نیست گوس

دست خالی گوس اصلس واصلو

ہرہ شمس لوٕنہ پرتو ذرہ زرس

دون اندرمہ شن بنمنا سرتلو

دراد حضرت آؤ جبرئیل ہت قرآن

پاپہ ڈ سند آیہ چیم سائیس تلو

دکھ چھ آصلیح تت چھ محرا جاناز

سنت چھ دادی کت چھ کنرج کملو

گگارہ یس دربارہ تو رے لارہ شوک

کہارہ دارس یان سپدس صیقلو

سگال کرئم سوختہ یادن مخشر ہار

زال جامہ تال گیم ہانکلو

تشہ عشقہ عشقہ مشت نشر اونس

سکھش کرت مشراوئم میہ شنکلو

آتشہ جالے پور علیس گگاش آد

ہاتشہ نادان خوردہ عالم دردلو

۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

دیباچہ

(مصنفہ کتاب ھذا)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو ہر قسم کی نعمتوں میں سے افضل نعمتوں کے ساتھ بخشش اور عطار کی تمام قسموں میں سے سب سے بہترین عطار کے ساتھ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا ہے سارے جہاں اور صاحبان عزت و عظمت کا قابل ہے، صاحب عزت، صاحب جلال و ملکوت و صاحب ثناء ہیں اور جو ہر شے و مخلوق کا خالق صفات باطنی کے ساتھ ہر چیز پر قادر ہے یعنی کل شیٔ قدیر ہے۔ جو سب سے برتر اور ناظرین کی نظروں میں انوارِ مجد اقدس اور ثناء میں مخفی ہیں اور اپنے عاشق کے دل سوختگاں کی بصیرت میں قریب ہے۔ میں باوجود تحقیقات گواہی دیتا ہوں کہ اُس کے سوا کوئی اور معبود کارساز نہیں ہے۔ وہ تنہا ہے کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے نہ اس کا کوئی ثانی ہے وہی خدا ہر شئے پر محیط ہے۔ سب اللہ ہی کا احاطہ ہے۔

اس کے علاوہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

اس کے بندے رسول ہیں جن کو اس نے اپنی رحمت کاملہ سے حق عطا فرماکر
تمام خلقت کی ہدایت کے لیے دنیا میں بھیجا اور انہوں نے اپنے نور کی
بدولت گمراہی و غافلی کی ظلمت کو دور کیا اور اپنے اسرار معرفت و علم
وحدانیت (یعنی علم غیب کی واقفیت) کے باوجود ہر مذہب اور دین
چنانچہ یہود و نصریٰ اور فنا پرست لوگوں کو دار الہلاکت میں جگہ دی
اور اہل ہدایت کے دلوں کو انوار جواہر دین کی ہدایت سے روشن کر دیا
یعنی اپنے معبود کے مقام رضاء تک پہنچا دیا۔ اور عین الیقین کے عمدہ
زرین ذخائر جمع کرنے کی صلاحیت بخشی۔ نیز اسرار انبیاء پر ان کو مطلع کر دیا
یعنی حدود فانی اور حدود باقی انسان نے تحقیق کی۔ اور آئندہ کے
تمام رموز و اسرار معرفت ظاہری و باطنی چھان بین کر کے فناء بقاء
کی وادیوں کے رستے ہمارے رہنما۔ ہمارے آقاء نامدار خاتم المرسلین
حضرت محمد مصطفٰے صلعم نے نفقر کی رو سے صاف کر رکھے ہیں جس کی بدولت
اسرار الوہیت اور اسرار معرفت الٰہی اور معاملات غیبی کی آگاہی ہی
بہت آسانی پیش آئی۔ نیز کفر و شرک کی ظلمت سے نجات کا نور پیش نظر
حاصل ہوا۔ اور اسی دین حقیقی کے پیرو کو راہ راست پر یعنی طریقہ نبی پر
چلنے کی بدولت قدیم پیغمبروں کا سا درجہ ملا۔ اور دنیا بھر میں ظاہری باطنی
کمالات سے فائدت اور مختار بن گیا۔ کمالات کا مطلب یہ ہے کہ
اپنے معبود تک کے منزلوں اور روحانی عالم کی معرفت الست بربکم کے
خطاب جو معبود کا وعدہ بندے کے ساتھ عالم ارواح میں باہم ہوا

اس مقام تک پہنچنا، نہ کہ جادو سے یا اور کوئی کسب حاصل کرنا۔
غرض ہر ممکن انسان کی تلاش صنعت کا کم ضرورت اور صانع
کی زیادہ ضرورت ہے بعد اس کے چونکہ قرآن و حدیث کے بعد کوئی کلام
مشائخ عظام کے کلام سے بڑھ کر بہتر و افضل نہیں ہے کیونکہ ان کا کلام
حال کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ حفظ و قال کا۔ اور   سے ہوتا ہے نہ کہ بیان
سے اسرار سے ہوتا ہے نہ کہ تکرار سے، جوش سے ہوتا ہے نہ کہ کوشش سے اور علم
لدنی سے ہوتا ہے نہ کہ علم کسی سے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے وارث ہیں
کہ میں اپنے دوران عمر میں بعد از نبی صلعم ان ہی اولیاء کرام بزرگان دین کے کلام کی
بدولت اس منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ جس کے متعلق میں اپنے چند دوستوں
نے صلح لے کر کتاب ہذا بیان کرنے کا عاشق بن گیا۔ اور میرے دل سے
یہ خیال غالب آیا کہ میں ہر مذہب و ملت کے انسان کو اس معبود کے
خالص حد عبادت تک پہنچا دوں گا۔ جو تمام ارض و سماء جملہ ارضی و
سماوی کے خالق و حاکم ہے۔ کیونکہ درجہ ردجیت میں تمام مخلوق ایک
ہی محکوم ہے۔ اس واسطے میں اپنے قوم سے یہ عرض داشت پیش کرتا
ہوں کہ اول اپنے پیغمبر کے قدموں پر یعنی قرآن و احادیث کے حکم کے متعلق
ثابت قدم رہے اور فقر کے معنی جو فرمایا رسول اللہ صلعم نے ـــ الفقر فخری
و الفقر منی) یعنی میرا حال فقر ہے اس فقر کو آج کل کے پیر و درویش
فقیروں نے قدیم امتوں کے فقیروں اور درویشوں کے طرز عمل پر اختیار کیا
ہے جیسا کہ صورت پرستی، قبر پرستی اور شرک کے ساتھ عبادت اور ذکر

مجاہدات کرتے ہیں۔ نیز ہر قوم کے دینی غیر مسلم کو اپنے خالق تک کی رسائی کا پتہ دینے کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔ جس سے سب لوگ فانی خواہشوں کی زنجیروں سے آزاد ہو کر بقائی لطائفوں کے انوار روشن ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بیان الکتاب کا وجہ یہ بھی ہے کہ میری یادگار باقی رہے جو کوئی اسے پڑھے اور اس سے کشائش پائے اور مجھ کو دعائے خیر سے یاد کرے اور کیا تعجب کہ اس کی کشائش کے باعث اللہ تعالیٰ میری قبر کو کشادہ کرے۔ جیسے کہ حضرت یحییٰ عمارؒ کو جو امام سہریؒ اور شیخ عبداللہ انصاری کے استاد تھے۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا تو یحییٰ عمار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے یحییٰ میں تیرے ساتھ سخت معاملہ کرتا۔ لیکن ایک دن تو ایک مجلس میں میری تعریف کر رہا تھا۔ ادھر سے میرے ایک دوست کا گذر ہوا جس کو تمہاری تقریر سے لطف حاصل ہوا۔ چنانچہ اپنے دوست کے اس لطف کی طفیل تجھ کو بخشتا ہوں۔ ورنہ دیکھتا کہ تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا۔

مطلب قبر کی کشادگی کی خواہش میری یہ ہے کہ قبریں دو طرح کی خدا نے بنائی ہیں۔ ایک انسان کا جسم جو نیکی و بدی سے ہلکا یا بھاری یا کشادہ یا تنگ معنی اس کا مانند بست یا رلطف ہے پس اسی قبر کے متعلق دعا کا خواہش

نیز وجہ تالیف کتاب کی یہ بھی ہے کہ حضرت جُنید بغدادیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایت و روایات میں طالب کی کیا فائدہ پہنچتا ہے فرمایا کہ بزرگوں کا کلام خداوند کریم کے اپنی لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو شکستہ دل طالب کے دل کو تقویت دیتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے جو خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے (الآیہ) وکلا نقص علیک من انبیاء والرسل من نثبت بہ فوادک (ترجمہ) یعنی اے محمدؐ گذشتہ رسولوں کے قصے ہم تجھ سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تمہارا دل اس سے آرام پا کے اور زیادہ قوی ہوجائے۔

اور یہ بھی اس کتاب کی تالیف کے بارے ایک سبب ہے کہ میں نے ہر فرقہ کے لوگوں کے واسطے منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ بطور پیغام کھلا کھلا پیش کرتا ہوں اور میں نے ظاہر اور خفیہ باتوں کا جاننا پنہان طریقہ میں اظہار کیا کیونکہ ان باتوں کو جاننا ہر ایک آدمی پر قرآن کی رو سے لازم آتا ہے (الآیہ) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا (ترجمہ) اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا تو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔

نیز بابت الکتاب کی وجہ یہ ہے کہ فقر کی راہ صاف ہوجائے اور کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں روشنی پیدا ہوجائے۔ اس

کتاب میں وہ سوالات اور ان کے جوابات درج ہیں ۔ تاکہ بندے اپنے خالق کی رضامندی اور قربت حاصل کریں اب صاف صاف سوال و جواب کے ذریعے بیان کرتے ہیں اور دیگر موجودہ علماء اور فقراء کو بھی یہ سوال و جواب پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ان جوابات پر عملی طور روشنی ڈالیں اور اضافہ کریں ہم اُن کے شکر گذار رہیں گے ۔

تالیف کتاب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تک انسان بذریعہ قول و فعل ان حقوق پر روشنی نہ ڈالیں جو حقوق بندے اور خالق کے درمیان وابستہ ہیں تب تک معبود تک رسائی ناممکن ہو جائے گی کیونکہ علم الیقین سے عین الیقین کے جوش و جذبات پیدا ہوتے ہیں ۔ اور غافل انسان بھی ہوشیار بن جاتا ہے اور اللہ تعالے کے حکم کو انجام دیتا ہے ۔

غرض ہر بنی آدم کا اپنے خالق کو بحیثیت خدا عملی طور پر پہچاننا ضروری ہے خدا کو پہچاننے کا مطلب نور محمدؐ پہچاننا ہی مقصود ہے کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ جس نے محمدؐ کو پہچانا اُس نے اللہ کو بھی پہچانا ۔ مقصد یہ کہ پہچان سیرت کی ہونی چاہیے ۔ صورت کی نہیں ۔ حقیقت میں سیرت ہی پہچاننا لازمی ہے کیونکہ سیرت وہی ندا ہے جو عالم روحانیت میں رہبری کرتا ہے اور وہی ہمیشہ کے لیے دائمی ہے غرضیکہ لوگ مقام فنا فی الشیخ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اپنے پیر کی صورت کا مشاہدہ لطور تصور کرنا لازم ہے ۔ غرض فنا فی الشیخ کا مطلب اصل یہی ہے کہ وہ ندا دائم اپنی آنکھوں سے ہر وقت سنتے رہیں کیوں کہ وہ ہمیشہ کے لیے انسان کے قریب ہیں ۔

غرض اس لیے ہم نے خدا کی پہچان کے لیے سوال و جواب میں اثبات خدائی کو ثابت کرنے کے لیے فنائی و بقائی رموذات کو پیش نظر رکھ کر حل کیا ہے اور قدیم پیغمبروں سے لے کر پیغمبر آخرالزماں تک کی تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے ۔ ایک ضروری عرض داشت ہے کہ اگر کسی بزرگ کو ان معاملات میں مجھ سے زیادہ واقفیت حاصل ہو تو براہ کرم آگاہ کریں۔ ہم معہ طالب تمام جو میرے کہنے اور عملیات کے قایل ہیں ۔ اُس بزرگ کی بھی باوجود علم حقیقی فرض عائد ہوتا ہے کہ ہمیں اطلاع فرمادیں

علاوہ اس کے میں دیگر لوگوں ، پیروں اور درویشوں کو بھی اپیل پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال لیں اور ظاہری و باطنی امورات میں اپنے معبود کے ساتھ کجروئی پر نہ رہیں نہ اپنی روحانی بنیاد سے غافل رہیں۔ اب میں روحانی اور جسمانی بنیاد کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں جس بنیاد کی تحقیقات میں آدم سے لے کر تمام انبیاء علیہ السلام آنحضرتؐ کے زمانہ مبارک تک آپہنچے ۔ آخر خاتم النبیین جناب رسالتمآب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بنیاد کی پوری کھوج نکالی اور تمام دنیا کے فرقوں کے لوگوں کو اس نقطہ پر ختم کروایا جو ابتداء سے انتہا تک حیات ابدی اور معجزہ بقا رہا جس کے نہ جاننے میں تمام اولین و آخرین کو بازپرس ہوگی ۔ انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی بنیاد سے کیوں محروم رہے ۔ بلکہ اپنی بنیاد سے پوری آگاہی پالے ۔ اسی طرح پہلے خدا نے روح قایم کی ابد میں جسم میں نے بھی اسی طرح اپنے مریدوں کو روحانیت کی راہ صاف کھول دی بعد

میں جسمانیت کی وادیوں کے قصے یعنی لطائف کی آگاہی کے متعلق ذکر و اذکار کی حد میں ڈال دیا لیکن جسمانی لطائف کے انوار سب فانی ہیں اور روحانی بنیاد باقی رہنے والی ہے۔

اسی لئے جب مرید پہلے بقاء پائے گا وہ فناء کی طرف کبھی متوجہ نہ ہو جائے۔ جس کے بارے میں مصنف کتاب ہذا کہتا ہوں کہ جس کسی کے سمجھ میں ان باتوں کا مطلب نہ آجائے وہ میرے پاس تشریف فرما کر مجھ سے ان باتوں کی پوری ظاہری و باطنی آگاہی حاصل کریں۔ جس کے بارے میں ہیں اس کتاب میں چند سوالات کے حقیقی جوابات ادا کرتے ہیں۔ اُن سوالات کے جوابات پانے والے حضرات کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ محمد عبداللہ میر ساکنہ موضع کھنہ دورہ اسلام آباد ۲۔ غلام قادر ملک ساکنہ کھنہ بل اسلام آباد
۳۔ عبدالرحیم بٹ ساکنہ میرہ گنڈ کھنہ بل ۴۔ محمد عباس اکونٹنٹ پی ڈبلیو ڈی بانڈی پور
۵۔ بشیر احمد شیخ ساکنہ ڈلی پورہ کاوڈارہ ۶۔ غلام رسول کوچھے ملازم محکمہ بجلی
۷۔ غلام محی الدین شیخ " " ۸۔ ثناء اللہ کانٹھ محلہ بدھ گیر
۹۔ غلام محمد کمیونڈر ساکنہ محلہ آدم پورہ ۱۰۔ عبدالرحمان وکیل کاک سرائے
۱۱۔ عبدالرحمان آہنگر گوجوارہ ۱۲۔ علی محمد برن گرد ٹانگہ پورہ
۱۳۔ عبدالغنی شیخ ڈلی پورہ کاوڈارہ ۱۴۔ غلام قادر بساطی
۱۵۔ حبیب اللہ بمبو۔ خواجہ بازار ۱۶۔ غلام محمد بمبو خواجہ بازار
۱۷۔ عبدالاحد " ۱۸۔ علی محمد " "

۱۹۔ محمد عبداللہ منتو۔ نارہ بل سرینگر ۲۰۔ عبدالعزیز وازہ محلہ صراف کدل

۲۱۔ محمد یوسف ریشی وازہ پورہ ۲۲۔ غلام قادر نیرا، خواجہ بازار

۲۳۔ غلام نبی در آہنگر بندوق کھاڈ محلہ ۲۴۔ عبدالاحد وانی محلہ ہفت چنار

۲۵۔ ثناء اللہ بٹ چوکیدار تولہ مولہ ۲۶۔ غلام رسول بٹ موضع ویرم

۲۷۔ پیر غلام رسول ماسٹر و میر واعظ موچھگام ۲۸۔ غلام رسول آہنگر محلہ گاگر کابل

۲۹۔ غلام احمد ریشی صفا کدل ۳۰۔ جمال بٹ ساکنہ پانپور

۳۱۔ پیر قطب الدین ساکنہ چھچھ لونہ ۳۲۔ حاجی احمد حافظ

۳۳۔ غلام قادر ملک ساکنہ بلوامہ ۳۴۔ حکیم غلام محمد ساکنہ ہال فضل پورہ

۳۵۔ حکیم غلام حسن ساکنہ ہال فضل پورہ ۳۶۔ حاجی امیر اللہ بنڈو ساکنہ درگہال

۳۷۔ محمد رمضان شاہ ساکنہ ہرناگ ۳۸۔ عبدی کھانڈے

۳۹۔ " ۴۰۔ غلام حسن زرگر ساکنہ کھنہ بل

۴۱۔ بٹ کھنہ بل ۴۲۔ علی محمد ڈار

۴۳۔ پیر غلام حسن شاہ بیرہ گنڈ ۴۴۔ کاشمہ شیخ ساکنہ بیرہ گنڈ

۴۵۔ عبدالسلام لون " ۴۶۔ غفار نانوائی ساکنہ کھنہ بل

۴۷۔ حاجی غلام حسن شیر گجری کھنہ بل ۴۸۔ عبدالرحمان وانی ساکنہ اسلام آباد

۴۹۔ محمد رمضان کوچھے ساکنہ اسلام آباد ۵۰۔ غلام رسول داجل "

۵۱۔ حبیب اللہ کھانڈے اپچ ڈورہ ۵۲۔ عاشور ڈار اپچ ڈورہ

۵۳۔ عبدالرحمان کمار " ۵۴۔ غلام نبی صوفی ساکنہ اچھ بل

۵۵۔ محمد مصطفیٰ تابی کھندورہ ۵۶۔ غلام رسول شاہ کھندورہ

۵۷۔ غلام قادر میر " ۵۸۔ ولی محمد وازہ اکنگام

۵۹۔ حبیب اللہ شاہ ساکنہ اکنگام ۶۰۔ عبدالرحمان نجار اکنگام

۶۱۔ غلام حسن صوفی یگو گنڈ کولگام ۶۲۔ غلام محمد صوفی صوفی گنڈ کولگام

۶۳۔ غلام قادر ایتو۔ ونپوہ ۶۴۔ غلام نبی ایتو۔ ونپوہ

۶۵۔ غلام حسن حجام ساکنہ کھڈونی ۶۶۔ غلام قادر وانی ساکنہ کھڈونی

۶۷۔ صنوبر بڈر ساکنہ بچرو ۶۸۔ عبدالرحمان میر موضع بچرو

۶۹۔ شعبان حجام " ۷۰۔ محمد حسن میر "

۷۱۔ غلام حسن میر " ۷۲۔ حبیب اللہ ایتو ساکنہ باری گام

۷۳۔ عبدالرزاق بٹ ساکنہ وزیر باغ ۷۴۔ عبدالغنی شیخ ساکنہ موضع گمند پورہ

۷۵۔ ملہ خضر ساکنہ بالچن ۷۶۔ عبدالغنی وانی۔ لوگام تحصیل کولگام

۷۷۔ نمبردار غلام محمد راتھر ساکنہ لوگام ۷۸۔ نمبردار غلام مصطفٰے بٹ ساکنہ کھرباری

۷۹۔ عبدالکریم بٹ ساکنہ کھرباری ۸۰۔ عبدالرحیم ساکنہ کھارہ پورہ "

۸۱۔ عبدالرحمان شاہ مولوی شالی پورہ ۸۲۔ شعبان ایتو ساکنہ کھانٹی پورہ

۸۳۔ غلام محمد بٹ ساکنہ باری گام ۸۴۔ عبدالرزاق گنائی باری گام

۸۵۔ محمد رمضان گنائی " ۸۶۔ غلام حسن وانی "

۸۷۔ عبدالعزیز شیخ ساکنہ تری گام ۸۸۔ غلام رسول پٹواری تری گام

۸۹۔ غلام محمد شیخ ماسٹر موضع اکہال ۹۰۔ محمد ابراہیم بیگ سرپنچ اکہال

۹۱۔ محمد اکبر شاہ ساکنہ شنجہ ہار۔ ہلال محلہ ۹۲۔ محمد امین شاہ ساکنہ شنجہ ہار

۹۳۔ عبدالرحمان دگے ساکنہ شاگس ۹۴۔ حبیب اللہ دھوبی ساکنہ اسلام آباد

۹۵۔ حبیب اللہ حجام ساکنہ کھنہ بل ۹۶۔ عبدالاحد آہنگر بندوق کھار محلہ

۹۷۔ غلام احمد وازہ ولد فرید دازہ ۹۸۔ شرمتی ارندمال ساکنہ یوگام نزد غنی دانی
۹۹۔ بابکناتھ ساکنہ خریراری ۱۰۰۔ رشی رام ساکنہ سومبرنہ (اسلام آباد)

غرض مندرجہ بالا اسمائے لوگ اور دیگر ان لوگوں کے ہمنوا جن کے نام درج نہیں کئے گئے ہیں سب میرے جوابات اور دلائل سے مطمئن ہوگئے ہیں۔ نیز عوام کے لیے آگے بھی دلالت پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ہم سے پوچھ گچھ کریں اور ہر طرف واقفیت ہوجائے۔

در بیان ابتداء عالم و خلق آدم و جملہ جاندار

کائنات سے پہلے جو حدیث کُنت کنزاً موقوعاً آیا ہے کہ اس سے ثابت یہ ہوا۔ کہ وہ ایک نور کا گنج تھا اس خزانہ سے یہ ثابت ہوا۔ جو خدائی کے متعلق اول بیان میں آتا ہے کہ وہ چار اجزاء کا مجمع تھا، یعنی عشق مشک، رشک، محبت ان چاروں نے خدائی اظہار کرنے میں کام دے دیا۔ اول خدا تعالے کو مشک یعنی نور محمد اپنے نور سے جدا کرنے عشق غالب آیا۔ عاشق بن کر انہوں نے محبت کے جوش میں اپنے نور ذات سے ایک نور کا حصہ جدا کیا جس کا نام نور صفات یعنی نور محمدؐ رکھا۔ جو نور محمدؐ دائیں طرف نظر کرنے سے کن نیکون کے اشارہ میں تمام قائم ہوا۔ اسی طرح بائیں جانب کی نظر سے نار شیطان پیدا ہوا۔ اب اسی نور محمدیؐ

سے تمام ماسوائے اللہ ذات پیدا ہوا۔ جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا نے دانہ کو پیدا کیا اور دانہ کو مشاہدہ کیا جبکہ مشاہدہ سے پھٹ گیا۔ پھٹنے ہی دانہ سے پانی نکلا اور اسی پانی سے کو زندہ یعنی پیدا کیا جو قرآن فرماتا ہے۔ وَجعلنا من الماء کُلَّ شیٍٔ حَیّ۔ اور فرمایا وَاللّٰہ خلق کل دابۃٍ من الماء) ترجمہ: اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا اور نور محمدؐ نے ہی عالم ارواح بھی پیدا کیا جسے عالم بقاء بھی کہتے ہیں۔ قدرت نے ہر دو طرح مخلوق پیدا کیا۔ جیسے دنیا اور عقبیٰ بھی کہتے ہیں اسی طرح اجسام بھی دو طرح کے بنائے۔ یعنی روحانی وجود اور شیطانی وجود فانی عناصر سے بنوا دیا۔ اسی طرح خدا نے روح کو خلق کر کے روحی وجود چار بقائیؑ عنصر سے بنایا۔ یعنی بجنے والی مٹی اور عشق کی آگ۔ اور اُنس پانی جس کی ذکر ہو چکی ہے اور مٹی کو بجانے والی ہوا سے پیدا کیا۔ جب روح اس بقائیؑ ہوا کے عنصر سے ہیں اور مٹی کی عنصر کے بدولت روح کے سمیع میں آیا۔ اور یہ آواز الست بربکم اور سماع دہین، روح کے سمیع میں ابتداء سے بقاء رہا فنا نہ ہونے والے ہیں اس لئے روحانی وجود اور روحی لطائف ہمیشہ کے لیے باقی رہیں گے اور روح کو انہی لطائف سے اللہ نے متوجہ کیا یعنی روح نے قالو بلیٰ کا اقرار کیا اور ہمیشہ زندہ ہے۔

پیدائشِ عقول

اب روح کے پیدا کرنے کے بعد خدا نے چار عقلیں پیدا کیں۔ دو عقلیں روح کو عطا کیں اور دو عقلیں شیطان کے واسطے مقرر کیں روح کے واسطے عقل معنوی اور عقل کلی۔ اسی طرح شیطان کے واسطے عقل حسی اور عقل جزوی بنائی۔ اسی طرح چار انفاس پیدا کئے۔ دو انفاس روح کے لیے نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ اور دو شیطان کے لیے نفس شیطان اور نفس امارہ مقرر کیا۔ دو طرح کے ملکیت بھی پیدا کئے۔ نوری اور ناری۔ اب شیطان نے دو عقلوں اور دو انفاس کے سہارے نطفہ پیدا کیا۔ جو نطفہ نور اور نار کا ایک مادہ بن گیا۔ نطفہ کے بعد چار فنائی عناصر سے آدم کا وجود بنایا۔ یہ چار عنصر وجو بنانے میں ایک دوسرے کے بعد کام آئے۔ پہلے نطفہ کے ساتھ روح کی ایک خاکی عنصر ملا دیا۔ جو مٹی بجنے والی تھی جس کے متعلق خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَلَقَد خَلَقنَا الاِنسَانَ مِن صَلصَالٍ مِن حَمَاٍ مَسنُون (ترجمہ) اور ہم نے انسان کو بجنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو کہ سڑھی ہوئی گارے کی بنی تھی جب ان دونوں اجزاء کے ساتھ باقی عنصر کام آئے۔ تو آدمؑ کا وجود موجود ہوا۔ اب جو پہلے سے آدم موجود ہونے تک یہ عمل در آمد ہوئی۔ ازل یعنی لوح محفوظ اس کا نام رکھا گیا ہے اسی طرح حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے رحم میں جب نطفہ قرار پاتا ہے، تو ایک چلہ تک اپنی اصلی حالت پر رہتا ہے پھر جما ہوا خون بن جاتا ہے پھر گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر نیلا بن جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالےٰ

کے حکم سے ایک فرشتہ آجاتا ہے اور عمر رزق اور وہ عمل جو کہ یہ پتلا پیدا ہونے کے بعد کرے گا۔ سب کچھ لکھ دیتا ہے۔

غرض مطلب یہ نہیں ہے کہ آدم گناہ و ثواب، نیکی یا بدی دنیا میں ازل کی روح سے ہی کرے گا۔ حقیقی معنی یہ ہیں کہ آدمی جو چاہے گا۔ وہ پائے گا یعنی خدا نے جو بنیاد قائم کی۔ اس راز کا مطلع آدم ہی بنے جائے گا اور قدرت انسان کو گناہ و ثواب کا خود مختار بنایا۔ لہذا انسان کو چاہیئے ہر طرح احتیاط رکھے۔ اور یہ بھی ازل خدا نے جتنی طاقت انسان کو دیا ہے یہ نہیں کہ گناہ و ثواب ازل کی ہی رو سے کرے گا۔ تب تو نیکی کے بدلے جزاء اور گناہ کے بدلے سزا کی وعید قرآن میں نہ بتلائے گا۔

شیطان بھی چار چیزوں کا مالک مختار بن گیا۔ آگ، پانی اور مٹی ہوا، خود شیطان ہوا کے ساتھ مل کر رہ گیا اور فنائی عالم کے اسباب کا قادر بن گیا۔ روح اپنے چار چیزوں کے لطائف سے مل کر بقائے عالم کا منظر دیکھنے میں اُسی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے روح کے عنصر اور شیطانی عنصر مل کر آدم کا وجود موجود ہوا اور فانی و باقی کا مجمع تیار ہوا۔ وَاسْجُدُوْا اِلّا اِبْلِیس کے متعلق یہ اصلی واقعہ ہے شیطان کو آدم ؑ کی بقائے عنصروں کی معلومت نہیں تھی۔ اس لئے سجدہ تعظیم پر گمراہ ہوا۔ آدم ؑ کا وجود قدرت نے فانی اور باقی اجزاء سے ایک مجمع تیار کیا۔ اسی لیے آدم کو خدا نے اپنے ساتھ روحانی طور پر پورا وابستہ رکھا ہے۔ نیز اسی لیے آدم کو اپنے خالق کے فرائض ادا کرنا ضروری ہے۔ روحانی فرائض روح کے ذریعہ اور جسمانی فرائض شیطان کے

ذریعہ تحقیق اور ادا کرنے کا مستحق آدم ہے غرض ہر ملت و مذہب کے انسان کو چاہیئے کہ اپنے خالق کے اصولوں اور علم باطنی کے حصول کے واسطے رہبر کامل کی تلاش کریں۔ جو کہ ہر شئے نوع انسان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور اسی رہبر کی بدولت پہلے اپنی بنیاد کا مطلع ہو جائے اپنے معبود کے وعدے کا وفادار بن جائے اور ظاہری و باطنی امورات میں فرمانبرداروں کا صفحہ حاصل کریں بلکہ بقاء و فناء کے منزل کو عبور کر کے گوہر مقصود تک پہنچ جائے کیونکہ انسان کے لیے خداوند کریم نے بلند درجے رکھے ہیں جیسا کہ قرآن میں فرمایا لقد خلق الانسان فی احسن تقویم (ترجمہ) میں نے انسان بہتر پیمانے سے پیدا کیا اسی لیے آدمی ہر بلند اور ہر درجہ ہر زینہ کا وارث بن جائے گا۔ آدم سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام اسی راز کا کھوج نکالتے آئے۔ لیکن نبی آخر الزمان صلعم نے یہ بات یعنی یہ راز پورے طور پر طے کر کے ہمارے لیے آگاہی کے نقش بہت آسانی سے بیان کر رکھا ہے اس واسطے میں نے بھی بہت عرصہ دراز کی تلاش میں اپنے بزرگان دین مشائخ کبار سے اس راز کی اطلاع پائی، اب میں تمام فرقہ کے لوگوں کو دعوت حق دیتا ہوں۔

قدیم پیغمبروں کی تعلیمات تا آنحضرت صلعم

آدم موجود ہونے کے بعد حضرت آدم اُم البشر کی بائیں
پسلی سے قدرت نے حواؑ پیدا کی۔ اس کے بعد دونوں کو جنت میں داخل
کیا۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ آدمؑ اور حواؑ سے خدا نے کہا کہ جنت
میں سے تم ہر نعمت کھاؤ۔ مگر اس درخت میں سے کچھ نہ کھانا جو جنت کے
درمیان واقع ہے لیکن شیطان نے حواؑ سے قسم دلا کر کہا کہ اس درخت
کے پھل کھانے سے تم دائمی حیات کے مالک بن کر فرشتوں کی طرح سے
ہو جاؤ گے۔ چنانچہ حواؑ یعنی عقل حسی نے کھایا اور آدمؑ کو بھی کھلایا
یعنی نفس شیطان آدمؑ کو عقل حسی کی وجہ سے غالب آیا۔ جس کی وجہ سے
جنت کا لباس اُن سے فوراً اتر گیا اور ننگے وہ اپنے اوپر پتے لپٹنے
خدا نے آدم کو پکارا۔ یہ تم نے کیا کام کیا۔ آدمؑ نے کہا کہ اس عورت
کی وجہ سے جس کو تم نے میرے ساتھ کیا ہے یعنی عقل حسی جو شیطانی
عقلوں میں ایک عقل ہے اسی سے یہ انجام ہوا۔ تب خدا نے اُن
دونوں کو معہ ابلیس کے زمین پر اُتار کر پراگندہ کیا اور فرمایا کہ اب تم
زمین پر رنج و غم اور اپنے پسینے کی روٹی کھاؤ گے۔

آدمؑ حواؑ ایک عرصہ دراز تک زمین پر جدا رہے۔ یعنی
آدمؑ نے اب عقل حسی سے کام لینا ترک کیا۔ اور اب عقل تمیزی سے تحقیقات بہت
کرنے لگا اور آدمؑ کو روح کی فنا پر نظر لینے لگے پھر نادم ہوا یعنی حقیقی

مطلب یہ کہ بالآخر مقام عرفات واقع مکہ میں ان کی ملاقات ہوئی اور اُن کا قصور معاف ہو گیا۔

مطلب یہ ہے کہ آدمؑ کی تحقیقات بھی ان ہی دو عقلوں یعنی عقل حسی و جزوی اور نفس شیطان و امارہ پر ہی ختم ہوا۔ اور روحانی تحقیقات حل نہ ہوا۔

حضرت آدمؑ کی تحقیقات کے متعلق

پہلا سوال

یہ ہے کہ اگر عالم ارواح میں روحوں اور خالق کے درمیان عہد قائم ہوا جو قرآن میں بھی حوالہ ملتا ہے یعنی الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبد و الشیطان انہ لکم عدو مبین و ان اعبدونی ھذا صراط المستقیم ہ (ترجمہ) اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہ کر دی گئی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور تم میری عبادت کرو وہ سیدھا راستہ ہے تو قدیم پیغمبروں نے یہ عہد پورا کرنے میں کیا کمی کی اور حضرت آدمؑ کو جنت سے کیوں نکالا گیا ہے اور اخراج جرم کیا ثابت ہوا اور بالآخر توبہ کرنا پڑے گی پیر آدم کا کیا سبب تھا اور الم عہد جانتے ہیں کیوں کر محروم ہوا۔

الجواب: چونکہ قدیم پیغمبروں اور پیغمبر آخر الزمانؐ کے درمیان الم

عہد جانتے ہیں، باوجود تحقیقات کچھ فرق ثابت ہوتی ہے جیسے قرآن میں فرماتے ہیں۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض (ترجمہ) یہ حضرات رسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں بعضوں کو بعض پر فوقیت بخشی ہے)

اب ثابت یہ ہوا ہے مثلاً ام البشر حضرت آدمؑ نے وجودی عنصری میں عہد کا سلسلہ قائم کیا یعنی اس نے وجود عنصری میں اپنی سانس کو بقا سمجھا لیکن جو شیطانت سے تعلق رکھتے ہیں جس طرح کھانا پینا ہوا کے نہ ہوتے ہیں کھایا جاتا ہے غذا کو ہی شہوات ولذات پایا جاتا ہے اسی لئے آدم کے متعلق یوں بیان آیا ہے کہ آدمؑ کو جنت سے نکالا گیا کہ اس نے جنت میں گندم نوش کیا جو خدا کے حکم کے برخلاف تھا۔ مطلب گندم دانہ تھا کہ جو شہوات نفسانیہ بوجہ عقل حسی یعنی حوا کے ذریعہ آدمؑ پر غالب آئی اور آدم اسی جرم کا مرتکب ہو کر جنت سے نکالا گیا اب یہ سوال رہا کہ جنت کیا تھا۔ غرض جنت اس جگہ کا نام ہے جہاں حضرت آدمؑ کا وجود موجود ہوا۔ اور روح آدم کن فیکون کے اشارے میں تمام ہوا۔ اور وجود آدم شیطان کے ذریعہ کچھ عرصہ میں تعمیر ہوا، جس کی ذکر پہلے ہو چکی۔ یعنی چار چلوں کے اندر تمام بن جاتا ہے جس کا حوالہ صحیح حدیثوں میں ملتا ہے اور "سلالتہ" کے بعد جو عرصہ بچہ پیدا ہونے تک رہتا ہے وہ مدت بچہ جنت میں گذارتا ہے، کیونکہ وہ بغیر کھائے پیئے کے زندہ ہوتا ہے

مطلب یہ ہے کہ جنت کی زندگی عالم ارواح یعنی غیب کی طرف متو
رہتی ہے اسی لئے آدمؑ بھی اسی جنت میں تھا لیکن خواہش نفسا
کی وجہ سے باہر نکالا گیا اور آدم اہل دنیا ہو گیا اور خدا کی تحقیقات
لگ گیا۔ بالآخر آدمؑ اپنے کئے پہ نادم ہوا تب لوح محفوظ پہ اس کی
نظر پڑی اور کہا کہ میرا توبہ قبول ہوا۔ غرض اس نے وجودی لوح
محفوظ قرار دیا جس سے وجود آدمؑ کھڑا تھا، نہ کہ عالم روحانی کے
لوح محفوظ پر جس سے نبوت ختم ہو جاتی۔ اسی لئے تحقیقات انجام نہ ہوا

اب سوال یہ رہا کہ آدمؑ کس لوح محفوظ کے باوجود کھڑا تھا
کہ حقیقت میں وہ آدمؑ کے انفاس ہیں جن پہ آدم کی نگاہ ٹھیک اور نا
ہوا اور یہی فرق حضرت آدمؑ اور نبی آخر الزمانؐ کے درمیان ثابت
ہوئی جیسا کہ آنحضرتؐ نے بذریعہ درجہ احمدیت سے خدائی کا ثبوت د
دے دیا یعنی معراج کیا اور معراج کی حقیقت میں اُو ادنیٰ یعنی میں نے
خدا کی اظہار کیا یہاں سے معراج سیرت ماننا قرار دیا۔ نہ کہ صورت
غرض غیب میں خدائی جاننا وہی خدا قرار دیا۔

حضرت نوحؑ کا دور

آدمؑ سے نوحؑ تک سولہ سو بیالیس برس کے عرصہ میں جو دس پشتیں پیدا ہوئیں ان میں سب لوگ نیک خدا پرست شرک سے پاک تھے اور اپنے اپنے زمانوں کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے عبادات اور طریقہ تعلیم کے پابند تھے۔ تفاسیر قرآن، احادیث اور تورات کتاب پیدائش و تاریخ ابن کثیر و ابن عساکر میں ہے کہ نوح کی پیدائش کے بعد لوگ اپنے بزرگوں کے جو مرتے تھے مجسمے یعنی بت بنا کر پوجنے لگے۔ اور خدا سے مراد مانگنے میں ان کو سفارش کرنے والے قرار دینے لگے بلکہ ان مرے ہوئے بزرگوں کی ایسی عزت کرنے لگے جس طرح خدا کی کرتے تھے۔ اور ان بتوں سے مدد کے طالب ہوئے اور اپنی بنیاد حیات ابدی پانے میں غافل رہے جیسے مذکورہ شیطانی عقلوں اور نفسوں سے کام لینے لگے اور زناکاری کا زور بڑھتا رہا زمین پہ انسان کی بدی بڑھ گئی اور خیالات خراب ہونے لگے۔ اس وجہ سے اللہ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا کہ میں کل انسانوں کو معہ کل جانداروں کو جو خشکی پر بستے ہیں۔ نیست و نابود کرنے والا ہوں صرف تم کو اور تمہارے اہل کو اور ان کو جو تم پر ایمان لائے ہیں اور ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑے کو ایک کشتی کے ذریعہ بچاؤں گا۔ حضرت نوحؑ نے اپنی کشتی مکمل کر دی یعنی اپنا وجود تحقیقات کے عالم طوفان کے واسطے تیار کر دیا۔

جو طوفان کی وعید ، نوح کی نصیحت نہ ماننے والوں کے واسطے آئی
نوح نے عقل جزوی کی بدولت اپنی کشتی یعنی سبز وجود کی تحقیقات
کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار میخیں کے سہارے تیار کی اس کے
علاوہ اور پانچ میخیں نوح ع نے کشتی میں لگائی جس سے کشتی مضبوط
ہوگئی، حقیقی معنی یہ ہے کہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار میخیں تھیں وہ حضرت
نوح ع نے اپنے سانس بند کیئے جو دن رات میں میخوں کے اعداد کے
برابر اندر باہر آجاتے ہیں۔ پانچ میخیں وہ ہیں جو ذکر اللہ کے پانچ مقام
ہیں جو وجود انسانی میں قدرت نے قائم کی ہیں اور باقی لوگ جو
عقل حسی کے بندے بن گئے ہیں یعنی دنیا کے ساتھ مشغول ہوگئے ہیں
ان کو طوفان نے گھیر لیا۔ یعنی دنیا کی خواہشوں میں پھنس گئے۔ خدا نے
زمین کی سوتیں کھول دیں۔ اور آسمان سے پانی برسایا۔ ڈیڑھ سو دن تک
پانی کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی زمین پر بے انتہا بڑھ گیا۔ اور سب
اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں پانی ان سے اوپر بڑھ گیا۔ یہاں تک
کہ وہ اشخاص جو مشرک تھے اسی پانی کی نذر ہوگئے آخر سات ماہ
کے بعد کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی یعنی سات مقام طے کرکے نوح کا وجود
بلندی پر پہنچا۔ قرآن شریف میں ہے وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ
وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ٥ (ترجمہ) اور
پانی خشک ہوگیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور یہ پکارا گیا کہ ظالموں
کی بربادی ہوگئی۔

بعض کہتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نے اس طوفان کے حادثے
میں اپنی جھونپڑی کے دروازے پر پردہ ڈالا - اور بوڑھی عورت
ہر طرح طوفان سے بچ گئی - حقیقی معنوں میں بوڑھی عورت
نے آنکھوں کو بند کر کے اپنی باطنی آنکھوں سے اپنی روحانی بنیاد
کا مشاہدہ کیا اور اُسی عالم وحدت کے ساتھ غرق استغراق ہو گئی -
ظاہری طوفان سے بچ گئی اس سے ثابت ہوا کہ نوح ؑ بھی عقل
جزوی سے متعلق تحقیق کرایا - یعنی وجودی تحقیقات میں لگ گیا تھا
اور روحانی تحقیقات حل نہ ہوئی اور نہ بوڑھی عورت کی طرح کشتی
بنانی نہ پڑتی -

دوسرا سوال : یہ ہے کہ حضرت نوح ؑ کی تحقیقات اور آنحضرت ؐ
کے فرمودہ میں کیا فرق پیش آئی - بروئے حقیقت واضح کریں -

الجواب : غرض یہ کہ حضرت نوح ؑ کے وقت لوگ زیادہ منکر اور حکم
خدا کے نافرمان اور بدی بدعات کے زنجیروں میں پھنس گئے جن کے
برخلاف حضرت نوح ؑ نے اپنے قوم کے لوگوں کو ہر چند سمجھایا لیکن انہوں
نے حضرت نوح ؑ کا فرمان نہ مانا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کی طرف
ان لوگوں پر طوفان آنے کی خبر آئی اور حضرت نوح کو بچنے کے لئے کشتی
بنانے کا حکم ہوا - اور اس کشتی میں ایک لاکھ چوبیس ہزار میخوں اور

علاوہ ان کے اور پانچ میخیں مضبوطی کی خاطر گاڑ دینے کا حکم کیا گیا۔ اب
مختصر حقیقی مطلب یہ تھا کہ لوگ اُس وقت رسوم بد اور فضول
اخراجات میں مشغول ہو گئے تھے۔ جو ان کے اعمالِ بد کا سبب بن گیا
اور دن بدن وہ دنیوی معاملات اور اسراف پیدا کرنے کی طرف
مائل ہوئے اور وہ رسوم بد کے طوفان میں پھنس گئے۔ یہ تفکرات
ان کی خواہشات نفسانی کے باعث پیدا ہوئے اور حضرت نوحؑ کی
کشتی بنانے اور نجات پانے کا مطلب یہی ثابت کرتا ہے کہ حضرت
نوحؑ نے اپنے وجود میں ذات باری کی تحقیقات کی اور بہ نسبت اپنی
قوم کے نوحؑ نے اپنے وجود کو نفسانی خواہشات سے باز رکھا، اور
وجود کی تحقیقات کرنے کے لیے اپنے انفاس سے حبس نفس کے عالم
اپنے جسم میں مشاہدہ کرنے لگا۔ جہاں وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار سانس
جو اندر باہر دن رات میں آتے ہیں۔ ان پانچ مقامات میں بند کرتے ہیں
یعنی گاڑ دیتے ہیں اور میخوں کا مطلب یہی تھا کہ جن کی وجہ سے نوحؑ کا
وجود ظاہری طوفان سے بچ گیا اور باطنی درجہ میں غرق استغراق ہو کر نجات
یاب ہوا۔ اس کے برعکس نوحؑ کے بیٹے کنعان نے بلا حبسِ نفس اپنے وجود
کو بُرے خواہشات سے پناہ گاہ سمجھا اسی وجہ سے وہ طوفان کی
زد میں آ کر اپنے پیشاب میں ڈوب گیا۔ مطلب خواہشات نفسانیہ
نے ہی کنعان کو گھیر لیا اور نوحؑ کی طرح اس بڑھیا نے اپنے دروازے
پہ وہ ڈالدیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اُس نے اپنی آنکھیں بند کر کے

اپنے وجود میں اللہ ہی کا تحقیقات کیا۔ اور باہر کے طوفان سے ہر طرف بچ گئی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ انہوں نے بھی وجودی تحقیقات ہی کیا اور روحانی تحقیقات دریافت نہ ہوا، لیکن اتنا جاننا کہ انسان کو ضروری ہے۔

قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی تحقیقات

اس قرآن پاک میں ابراہیم کا بیان کرو کہ وہ بڑے سچے پیغمبر تھے۔ اُس وقت کا خیال کرو جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کچھ مدد کر سکتے ہیں / ابراہیم کی پیدائش کا قصہ یوں درج ہے۔

نمرود شاہ بابل نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا روشن ستارہ آسمان سے نکلا اُس نے اس وقت کے نجومیوں سے خواب بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ اس سال ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے سبب آپکی عزت کو نقصان پہنچے گا۔ اس خوف سے نمرود سب مردوں کو اپنے ساتھ لے کر باہر چلا گیا اور عورتوں کو وہی چھوڑ دیا تھا تاکہ اس سال مرد عورت میں مباشرت نہ ہو شہر میں آنے کا ایک ضروری کام درپیش آیا۔ اور نمرود نے آذر کو اس کام کے لیے بھیجا اور تاکید کی کہ اپنی عورت سے مباشرت نہ کرنا، لیکن جب آذر آئے تو باوجودگی اُن کو حکم کی تعمیداری کا بڑا خیال تھا مگر بتقاضاء بشری اپنی بیوی سے ہمبستری

ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم کا حمل رہ گیا۔ لیکن ابراہیم کی ماں کو دیکھنے
میں حمل معلوم نہ ہوتا تھا آخر ابراہیم پیدا ہوئے اور نمرود کے خوف سے
سات برس کی ابراہیم کو ان کی ماں نے ایک تہہ خانے میں پالا تھا۔ کیونکہ جب
نجومیوں نے نمرود کو حمل قرار پانے کی خبر دی تھی تو اُس نے حکم دیا تھا
کہ اس سال جو بچہ پیدا ہو مار ڈالا جائے۔ ابراہیم کی ماں نے اپنے خاوند
سے بھی چھپایا اور یہ کہا کہ میرا کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ جب ابراہیم خوب
باتیں کرنے لگے تو ایک روز ابراہیم کی ماں نے آزر سے محبت دلانے
کے لیے کہا آزر نے ابراہیم کو تہہ خانے میں جاکر دیکھا۔ اور جتلایا۔ کہ
میں تمہارا باپ ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا اے میرے باپ تمہارا پیدا کرنے والا
کون ہے۔ آزر نے کہا نمرود۔ ابراہیم نے کہا نمرود کو کس نے پیدا کیا آزر نے
کہا نمرود۔ ابراہیم نے کہا نمرود کو کس نے پیدا کیا آزر نے ایک طمانچہ حضرت
ابراہیم کے منہ پر مارا اور غصہ میں آکر باہر چلا گیا۔ یہ گویا بت پرستی کی
پہلی بحث ہوئی۔ پھر والدین نے حضرت ابراہیم کی پرورش پوشیدہ
طور کی یہاں تک کہ وہ ہوشیار ہوگیا۔ اور باپ کو جب خبر ہوئی تو
محبت کی وجہ سے وہ بھی ایذا دہی سے باز رہے اور حضرت ابراہیم
جب اول اول اُس بند مکان سے نکلے تو انہوں نے خدا پر کے
ثبوت پر کائینات سے کام لیا جس کا ذکر قرآن شریف میں
مفصل طور پر موجود ہے کہ اول انہوں نے تارے کو دیکھا پھر چاند پھر
سورج کو ان سے خدا کے وجود کی عقلی دلیل قائم کی چونکہ حضرت

ابراہیم مفصل بیان قرآن شریف کے مختلف مقامات پر موجود ہے۔
اس لئے یہاں بیان کی ضرورت نہیں ہیں۔ البتہ اتنا لکھنا بھی بے محال
نہ ہوگا! غرض حقیقی بات یہ ہے جب ماں نے حضرت ابراہیم کو تہہ
خانے میں ڈالدیا مطلب اس وقت عقل حسی نے ابراہیم کو اپنے وجود
میں فانی عنصروں کے تحقیقات کے لیے چھوڑ دیا اس لئے ابراہیم
نے تحقیقات کی بدولت اب عقل جزوی سے کام لینا شروع کردیا
جس کی وجہ سے چاند تارے و سورج کا مشاہدہ کرنے لگا آخر یہ بھی
فانی جان کر اپنے باپ و نمرود سے دعوٰی خدا دینے پر اعتراض کیا جس
کی وجہ سے نمرود اور اس کے ساتھی ابراہیم کو مارنے کے درپے ہوگئے
نمرود بابل کا بادشاہ تھا جب عقلی محبت میں ابراہیم کا باپ اور نمرود ابراہیم
پر غالب نہ آسکے تو اس وقت ان سب نے صلاح کرکے یہ بات نکالی
کہ ابراہیم کو لوگ آگ میں ڈالنے کے لیے آمادہ ہوئے اس وقت ابراہیم
علیہ السلام کی عمر سولہ برس تھی تفسیر مدنی میں ہے کہ وہ تو ابراہیم کے جلانے
کے لئے لکڑیاں جمع کرنے کو اپنے دین کی عمدہ بات خیال کرتے
تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی سے روایت ہے کہ جب یہ لوگ
ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کا قصد کر رہے تھے جو فرشتہ مینہ برسانے
پر تعینات ہے اس کو گمان تھا کہ اس آگ کو بجھانے کا حکم مجھے ہی
ہوگا۔ لیکن اللہ کا حکم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں ہے اللہ کے حکم سے خود
آگ نے پانی کا کام دیا کہ جس طرح پانی سے باغ سبز ہوتا ہے اس

طرح آگ سے گلزار قایم ہوگیا خدا نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم دیا۔ لیکن ایسی ٹھنڈ نہیں جس سے ابراہیم کی سلامتی میں فرق آئے تفسیر ابی حاتم میں ہے کہ چالیس روز تک ابراہیم آگ میں رہے فرمایا کرتے تھے کہ ان دنوں سے زیادہ آرام میں نے اپنی عمر میں نہ دیکھا جب نمرود نے بالاخانے سے دیکھا کہ نمرود صحیح و سالم ہے تو اس نے چلا کر کہا کہ ابراہیم بلاشک تمہارا خدا قدرت والا ہے جس نے تم کو آگ میں جلنے نہ دیا، میں بھی تمہارے خدا کے نام قربانی کرونگا اسی طرح آزر اور لوگ بھی یہ حال دیکھ کر خدا کی قدرت کے تو قایل ہوئے مگر ایمان نہ لائے اس قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ آگ بھی دو طرح کے قدرت نے بنائے ہیں یعنی رشک اور عشق کا آگ اس لیے ثابت یہ ہوا کہ جب ابراہیم نے بیرونی تحقیقات یعنی نقل پرستی پایح وفانی قرار پائی تو اس نے اندرونی تحقیقات میں حبہ نفس کا آگ جلایا جو آگ عشق کی بدولت جسمانی عنصر سے جل اٹھتا ہے جو حبہ نفس عقل جزوی سے قایم رہتا ہے اس لیے بیرونی آگ یعنی رشک کا آگ جلایا جو کہ نمرود کی طرف جلایا گیا کارگر نہ ہوا۔ اور حبہ نفس کے باوجود ابراہیم کے آگ کو گلزار بن گیا۔ یعنی وجودی چھ لطیفوں کا انوار اس کے نقطہ دل میں پیش آئے۔

تیسرا سوال مطلق تحقیقات

حضرت ابراہیم علیہ السلام

یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتداء اس غار سے نکل کر جہاں اس نے پرورش پائی تھی باہر فنا و بقاء کے تحقیقات چاند سورج سیارے کو انکے اوقات طلوع پر خدا قرار دیا۔ اور اوقات غروب پر ان کو فانی قرار دیا لیکن باوجود اتنے تحقیقات کے اس نے اپنے باپ کے ساتھ بت پرستی مٹانے میں کامیابی حاصل کی اور نمرود کے ساتھ بھی حق و باطل کے گفتگو میں کامیاب ہو کر نمرود کا دشمن بن گیا۔ اور جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نمرود نے ابراہیم کے واسطے آگ کا چتا بنوایا اور حضرت ابراہیم کو اس آگ میں ڈالدیا اور میں ابراہیم کو وہ آگ بھی گلزار بن گیا لیکن باوجود اتنی کامیابی کے بھی الم عہد سے حضرت ابراہیم کا محروم بیمولا رہا۔

حقیقی جواب متعلق قصہ ہذا

ابراہیم علیہ السلام نے ظاہری چاند سورج اور سیاروں پر اپنے ہی انفاس کو فوقیت دی تھی کیونکہ انفاس وجود کے صفت حیاتی میں ایک ہی درجہ پر قایم رہتے ہیں اسی طرح ابراہیم انہی انفاس کے ساتھ اس آگ میں سلامت نکلا آگ کی حقیقت یہ تھی کہ نجومیوں نے پہلے نمرود سے کہا تھا کہ اس کے گلے میں تعویز باندھائیے اس کی بدولت اس پر آگ کی سوزش کارگر نہ ہوگئی مطلب اس تعویز اس کے سانس تھے اور انفاس ہی کے ذریعہ حب نفس کے مقامات پر اس کے گلزار کھل گئے۔ بت پرستی یہ تھی کہ صورت پرستی لوگوں میں مثلہ نمرود کے ایک عبادت تھی۔ حب نفس کے مقابلہ کفر بھی گئی لہذا یہی گفتگو حضرت ابراہیم اور نمرود کے باہم ہوئی جس کے بعد نمرود نے ناکامی کے باعث اس کو انفاس کے آگ میں ڈالا۔ جن مقامات پر ذکر واذکار کے فرائب دیتے پڑتے رہتے غرض اسی انفاس کی آگ میں ابراہیم کو گلزار کھل گیا۔ جو گلزار نمرود کی لڑکی لبنی ابراہیم کے فکر ونظر میں دکھائی دے آئی اور اسی وجہ سے ستارہ بھی ابراہیم کے ساتھ آگ میں ڈالدی گئی۔ مطلب جو گلزار ابراہیم اور سارہ کے نظر میں دکھایا گیا وہ انفاس کے ضراب

کے حرکات کے باعث ظاہر ہوا اور روحانی تحقیقات باقی رہا یہ کام
بھی ثانی عقلوں یعنی حسی و جزوی سے بنتا ہے اور عقل مصنوعی و عقل
کلی کی ؟ کام بقاء ہے جو ثانی سے لبید ہے ابراہیم کا دور بھی وجودی دور
تھا ۔ ورنہ قصہ نہ کہلا جائے گا اور سنت ہی وہ تنزل ہے جو آنحضرت نے
طے کیا ہے ۔

چوتھا سوال حضرت اسماعیل علیہ السلام

کے قربانی کے متعلق

حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو قربان کرنے پر
آمادہ کیا بروقت قربانی ابراہیم ؑ نے اسماعیل کو رسیوں سے
باندھا اور لگا ذبح کرنے چھری سے ۔ لیکن حضرت اسماعیل کے گردن
پر چھری ناکام ہوئی اور وہ رسی بھی بے کار رہ گئی اور حضرت
ابراہیم بہت مایوس ہوا غصہ میں آکر اُس نے وہ چھری پتھر پہ ماری
جس سے پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا ۔ حاصل کلام اسماعیل کی قربانی ادا
کیوں نہ ہوئی ۔

جواب متعلق حقیقت

چونکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے درمیان حیات
ومَمات کا سوال تھا۔ جیسا کہ قربانی ناکام ہونے کے بعد اسماعیل نے
باپ سے پوچھا کہ ابا آپ کو مجھے قربان کرنے کا حکم کس نے کیا جواب
حضرت اسماعیل نے دیا کہ بیٹا مجھے خواب میں ارشاد ہوا غرض اسماعیل
نے باپ کو کہا کہ اباجان اگر نیند میں غافل نہ ہوتے تو ایسا خواب نہ
دیکھتا جس کے حکم کو انجام دینے میں ناکامی پیش آئی۔ اب حقیقی مطلب
یہ تھا کہ اسماعیل کی قربانی اس لئے ناکام رہی کہ یہ زندہ مرنے کا سوال
تھا لیکن ابراہیم نے اسماعیل کو رسی سے باندھا جن کو حقیقت نے اس
کے انفاس ثابت کئے جن انفاس کے کسب کے ساتھ ابراہیم نے بیٹے
کو باندھا اور ذکر کی چھری سے اسماعیل کے خیالات قطع کرنے لگا آخر کسب
انفاس اور کسب تفکرات زندہ مرنے کے موقعہ پر ناکام ہوگئے، چونکہ
زندہ مرنے کے اسباب ان دو کسبوں سے بعید ہے جو روحانی لطیفے عالم
غیب میں دائمی ہیں اُن کے بعلوسیت سے انسان فانی وجود سے زندہ
ہی مر کر حیات دائمی پاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے (موتوا قبل
انت موتوا لیا یموتون) ترجمہ۔ مر د مرنے سے پہلے تا کہ تم زندہ رہو گے)
برعکس اس کے جب وہ چھری پتھر پہ ماری گئی تو پتھر کے ٹکرے ہوگئے

یعنی اُس دل پر فکر سے ذکر اللہ کی ضراب اس طرح ماری گئی۔ جہاں
ان ضربوں سے دل میں دل نکالنا غرض ہے غرضیکہ یہ عملیات
بھی سیر وجود میں کار آمد اور لازمی ہے لیکن بقائی یعنی روحانی عملیات
اس سے بعید ہے جس کی تلاش آگے بھی جاری رہا تا وقت حضرت
پیغمبر آخر الزمان صلعم؛

قصہ حضرت یوسف علیہ السلام

(الآیہ) اَنَّ فِی ذَالِكَ لَذِكرَاىٰ لِمَن کَانَ لَهٗ قَلبٌ اَوالقیٰ
السمع وَهُوَ شَهِيدٌ) ترجمہ اس بیان میں ایسے شخص کے لیے مقام
عبرت ہے سمجھنے والا دل ہو یا وہ کان لگا کر بیٹھے اور صداقت سے کام لے
حضرت ابراہیم نے جب شرک جھگڑا سے مجبور ہو کر بابل
کو چھوڑا تو کنعان میں آباد ہوئے اور ایک عام قحط سال کی وجہ سے مصر
کا سفر کیا وہاں سے واپس آکر کنعان میں حضرت حاجرہ کے بطن سے
اسماعیل ؑ پیدا ہوئے جو مکہ میں آباد کئے گئے پھر حضرت سیارہ
سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔ جو کنعان میں آباد رہے۔ توریت
کتاب پیدائش میں ہے کہ عالم بڑھاپے میں حضرت ابراہیم کا
مقام قریب اربع واقع کنعان میں انتقال ہوا اور ان کو مکفیلہ
یعنی افران میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق ؑ نے حضرت

سارہؑ کی قبر سے متصل دفن فرمایا۔ پھر حضرت اسحٰقؑ سے حضرت یعقوب اور حضرت عیسوؑ پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے ہوئے۔ جن میں ایک بیٹا حضرت یوسفؑ تھے۔ یوسفؑ نے ایک رات خواب دیکھا اور اپنے باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں اور اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے فرمایا بیٹا اس اپنے خواب کو بھائیوں کے رو برو بیان نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے لئے کوئی خاص تدبیر کریں غرض یوسف کے بھائیوں سے ایک جو چھوٹا لڑکا تھا وہ یوسف کا سگا بھائی تھا باقی دس بھائی سوتیلے تھے جب کہ ان بھائیوں نے یہ گفتگو کی کہ یوسف اور ان کا بھائیؑ ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ واقعی ہمارے باپ غلطی پر ہیں اب بہتر ہے کہ یوسف کو یا تو قتل کر ڈالو یا اُن کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ جس سے ہمارے باپ کا رخ صرف خالص ہمارے طرف ہوجائے گا اور ہمارے سب کارکن جائینگے ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو اور اُن کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈالدو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائیگا۔ اگر تم کو یہ کام کرنا ہے اس کے بعد سب نے باپ سے کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہمارا

اعتبار نہیں کرتے ہیں حالانکہ ہم اُن کے خیر خواہ ہے
آپ ان کو کل کے روز ہمارے ساتھ بھیجئے کہ ذرا وہ کھائیں
کھیلیں اور ہم ان کی پوری حفاظت کریں گے یعقوب ؑ نے فرمایا
کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم اُس کو لے جاؤ اور میں
یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے تو ہم ایک جماعت
ہے "" ایسی صورت میں کیسے یوسف پر کوئی مصیبت گذرے گا!

پس جب یوسف کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کرلیا کہ اُن کو کسی اندھیرے
کنویں میں ڈال دیں پھر جب وہ حضرت یوسف کو لے کر چلے آگے نہ فرمایا
کہ کیا ہوا اس واسطے لائق بیان نہیں۔ جو کچھ بھائیوں نے سلوک کیا، راہ
میں برا کہتے اور مارتے لے گئے نہ اُن کے رونے پر رحم آیا نہ فریاد پر کھیر
کنویں میں ڈالا وہ کنارے کو پکڑ کر رہ گئے۔ تب رسی میں باندھکر لٹکایا آدھے
راستے سے چھوڑ دیا تب پانی میں گرے۔ چوٹ سے بچے، گوشے میں ایک
پتھر پر بیٹھ رہے اور بھائیوں نے کرتا اُتار کر ننگا کر ڈالا تب وہاں حق تعالیٰ
کی بشارت پہنچی کہ ایک وقت تو ان کو یاد دلائے گا ان کا
کام آخر وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے
ہوئے پہنچے، کہنے لگا۔ ابا ہم تو سب آپس میں دوڑنے لگے اور یوسف ؑ کے

قمیض پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا دیئے تھے۔ یعقوب ع نے فرمایا کہ بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنا لی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جو باتیں بنا لی ہیں۔ ان میں اللہ ہی مدد کرے گا۔ اگر یوسف کو بھیڑیا کھاتا تو قمیض کہاں ثابوت چھوڑتا۔ اس لیے آپ لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ اس کے بعد ابو سعود سے مروی ہے کہ جب ابراہیم ع کو آگ میں پھینکے گئے ان کیلئے پیراہن بہشتی آیا تھا یہ پیراہن تبرکات کیسا تھ یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے گلے میں یوسف علیہ السلام کے تعویز کی طرح لٹکا دیا تھا۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈالتے ہی وہ پیراہن نکال لیا تھا کہ اسکو خون آلودہ کرکے باپ کو دکھائیں۔ آپ برہنہ ہو گئے تھے۔ جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور پیراہن کھول کے پہنایا اور مراتب عالی کی بشارتیں سنائیں اور یہ کہ آپ کے بھائی مجبور مطیع ہو کر آئیں گے۔

یہاں تک جو یوسف کا قصہ بیان میں آیا ہے کہ حقیقت یہ ہے پہلے جو یوسف ع نے خواب دیکھا اور اپنے باپ سے بیان کیا، باپ نے تعبیر خواب کا یوسف ع کو بتلایا جو چاند، سورج اور ستاروں کے سجدہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ خواب یوسف کا اس کی تفکر کی ریاضت یعنی ذکر اللہ، یوسف نے وجودی عنصروں سے تحقیقات کیا۔ جہاں ذکر اللہ کے وجود اس کے وجود کی تمام اجزا عقل جزوی کے ساتھ متوجہ ہو گئے اور مصر کے بادشاہ یعنی ذکروں کے مقام طے کرکے اپنے وجود کا مغز یعنی مالک بن جانے کی خبر آئی بھائیوں کے یوسف ع کے مارنے کے متعلق

ایک سکیم تیار کی۔ یوسف نورِ لقائی۔ اور اس کے بھائی اجزاءِ عرفانی، جو آدمی کے وجود کے کارساز ہیں۔ ان ہی وجودِ اجزاء کے ذریعہ وہ نور یعنی یوسف کو ایک وجودی دل پر عقلِ جزوی نے ڈالدیا یعنی کنوئیں میں ڈالدیا۔ وہاں یوسف کو عقلِ جزوی کے فطرت سے بشارتیں آئیں کہ بھائی مجبور مطیع ہو کر آئیں گے۔

اس کے بعد ایک قافلہ آنکلا اور انھوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا، کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے نو یہ تو اچھا لڑکا نکل آیا اور ان کو مال قرار دے کر چھپا لیا۔ اگلے دن بھائی گئے۔ کنوئیں میں نہ پایا۔ قافلے والوں سے دریافت کیا۔ جب ثابت ہوا، اٹھارہ درم کو بیچ ڈالا۔ درہم تقریباً ایک چونی کے برابر ہوتا ہے۔ پس نو بھائیوں نے دو دو درم بانٹے ایک نے حصہ نہ لیا۔ پھر آگے جا کر قافلے والوں نے مصر میں بیچا۔ حق تعالے نے صریحاً ایک بیچنا فرما کر پردہ پوشی کو لیکن اشارہ سے معلوم ہوتا ہے سستے مول تو اسی جگہ بیچا ہے۔ مصر میں عزیز نے مول لیا۔ عزیز کہتے تھے، بادشاہ کے مختارالکو۔ اس نے ہوشیار دیکھ کر غلاموں کی طرح نہ رکھا۔ فرزند کی طرح رکھا کہ کاروبار میں نائب ہو گیا۔ اسی طرح حق تعالے نے اس ملک میں ان کا قدم جما یا۔ پھر ان کے سبب سے سارے بنی اسرائیل کو بسا یا، اور یہ بھی منظور تھا، کہ سردارو کی صحبت دیکھے اور رمز و اشارہ

سمجھنے کا سلیقہ پکڑے اور علم تو انی پورا پاویں اور
جیبت رہتا ہے۔ یعنی بھائیوں نے چاہا کہ ان کو گرادے
اسی میں یہ پڑھ گئے۔

جس شخص نے حضرت یوسف ؑ کو خریدا تھا۔ اس نے
اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو اچھی طرح رکھنا۔ کیا عجیب ہے کہ ہمارے
کام آوے یا ہم اسکو بیٹا بنالیں اور جس عورت کے گھر میں یوسف
رہتے تھے وہ ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے پھسلانے لگی اور
مکان کے سارے دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی
ہوں۔ یوسف نے کہا۔ اللہ بچائے وہ میرا رب ہے مجھ کو کیسے اچھی
طرح رکھا اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور
یوسف کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انہوں
نے نہ دیکھا ہو تو زیادہ خیال ہو جانا عجیب نہ تھا۔ اس موقعہ پر یوسف ؑ کو حضرت
یعقوب کی صورت کی نظر آئی انگلی دانت میں رکھے ہوئے۔ باقی خیال کچھ
گناہ نہیں، اور اگر گناہ ہے تو کتر سا اصل گناہ سے اللہ تعالیٰ نے
پیغمبر علیہ السلام کو بچالیا ہے، باپ کی صورت دیکھ کر یوسف ؑ
دوڑے نکل جانے کو اور وہ دوڑی پکڑنے کو دروازے کی طرف کو دوڑتے
ہی اس عورت نے اُن کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے اس عورت کے
شوہر کو دروازے کے پاس پایا۔ عورت بولی کہ جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا
ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل خانے میں رکھا جائے۔
یا اور کوئی دردناک سزا ہو، یوسف نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو

پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک بچّہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتہ اگر آگے سے پھٹا ہے، تو عورت سچّی۔ یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت جھوٹی یہ سچّے۔

الغرض حضرت یوسف کے مصر کے پادشاہ بننے تک بہت قصّہ بیان قرآن میں مذکور ہے یہاں بیان کرنا اتنا ہی ضرورت ہے کہ یہ اس قصّے کے متعلق بھی ہر قرقہ کے لوگوں کو بھی یہ خبر دیتا ہوں کہ میں انسانی وجود میں اس قصّہ کے امور یعنی پہلے خواب کی تعبیر اس کے بعد بھائیوں کا لے جانا اور کانٹوں میں دبانا اور کنوئیں میں ڈالنے اور کنوئیں کا دہان بند کرنے کا حقیقت اور حضرت یوسف کے پیراہن جو بہشتی پہنایا گیا۔ اور اس پتھر کی حقیقت اور جس پر کنوئیں میں یوسف بیٹھ گیا۔ نیز سوداگر کی دلالت یعنی کس نے یوسف کو کنوئیں سے نکالا اور بھائیوں کا یوسف کو اٹھارہ درم میں بیچنے کی حقیقت یعنی کن درم بیچ دیا اور دوبارہ قافلے والوں کا مصر میں یوسف کو بیچنے کی حقیقت وہاں عزیز کی صورت کا قصّہ جو یوسف کو پیش آیا۔ جس کے بعد زلیخا سے نکلا اور مصر کے بادشاہ بننے تک کی تمام دلالت بطریق میرے وجود میں نقد حسانی دکھاؤں جو آدمی چاہتے یا جھوٹ جانتے ہیں اس کو کہتا ہوں کہ وہ میرے پاس پتہ مذکور پر تشریف فرما کر بطریق حقیقت ان قصوں کا مطلب حاصل کریں نیز مطلوب یہ بھی ہے کہ اگر مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی ہو تو مہربانی کر کے مجھ کو بھی اصلاح کریں۔

غرض یہ قصہ بھی عقل حسی و جزوی کا دور ہے عقل مصنوعی و عقل کل کا دور [illegible] نہ ہوا۔ اس لئے میں زندگی بھر تمام اشخاص کو اس ناز کو

اطلاع دے سکتا ہوں۔ بعد وفات ان امور کے متعلق استاد حقیقی کی تلاش وعید سناتا ہوں۔ یعنی فنا و بقا کی فرق کرنے کے یہ چند باتیں تحریر کرتا ہوں۔ جس کی مدد سے ہمیشہ انسان اس کی کھوج میں رہے۔

غرض کتاب ہمیشہ رہیگی اور انسان کا جسم آخر فوت ہونے والا ہے۔

پانچواں سوال متعلق قصہ مالا
بے ترتیب

حضرت یوسف کے خواب سے لے کر مصر کے بادشاہ بننے تک کیا قصہ ہوا ، اور حل طلب کیا رہا مردی حقیقت اس قصہ کے معاملات پر روشنی ڈالیں۔

جواب :- حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے وجودی حدود میں کسب تفکرات سے مشاہدہ کرنے لگا۔

باپ کے تعبیر بتانے کی حقیقت یہ تھی کہ یوسف کو کہنے لگا کہ تم وجودی، وادیوں کو طے کرکے وجود کا مختار بن جائے گا۔ جو باپ نے یوسف کو مصر کے بادشاہ بننے کو کہا۔ اس کے بعد یوسف کو سوتیلے بھائی نے باپ سے الگ نکالا اور ان ہی وجودی وادیوں میں کنویں تک پہنچایا۔ جو وجودی دل کی گہرائی تھی۔ حقیقت میں سوتیلے بھائی وجود کے اعزام تھے جن کے ذریعہ یوسف اس دل کی گہرائی میں پہنچ کر وہاں پتھر یعنی دل پر بیٹھا۔ جو دل کے اندر ایک اور دل موجود ہے۔ بعد میں سوداگر نے کنویں میں پانی کے لیے اپنا ڈھول ڈالا اور یوسف اسی ڈھول کے سہارے باہر نکل آیا۔ ڈھول یعنی فکر کو ہی کہا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ حضرت یوسف باہر نکل آیا اور باہر روشنی کی دھوپ پہ یوسفؑ جیسے ظاہر ہوا اس وقت یوسف کو سوتیلے بھائیوں نے کھوٹے درموں بیچ ڈالا۔ وہ درم صفات کے نام تھے۔ اب یہاں تک وجودی تحقیقات کو پہنچا جہاں وجود کی آنکھیں یعنی نظر اس روشنی پر متوجہ ہوئی جسکو عام طور پر زلیخا کا عاشق ہونا یا یوسف یعنی آنکھیں تماشا کرنے لگیں اس نور صفات پر۔ اور تمام جسم میں اور جسم کے ارد گرد پھیلی وہ ہی روشنی غرض یوسف کی اتنی تحقیقات کے باوجود بھی دو دیدہ عاشق حل نہ ہوا چونکہ جسم سے بعید ہے وہ یہاں بھی ثابت ہوتا ہے، جہاں زلیخا نے اپنے معشوق یوسف کے اعزاز میں ہفت خانہ بڑے مہمان نوازی تعمیر کئے۔ لیکن یوسف وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ غرض زلیخا نے بھی اپنے وجود کے سات کی مقامات پر یوسف یعنی نورِ صفات حقیقی کو بند کر دیا لیکن وہ جسم کے باہر ہی نکل آیا۔ جہاں روحانیت میں نورِ حقیقی کا دائمی ٹھکانا

ہے جوکہ بعد میں زلیخا، کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اگر نورِ حقیقی کی تلاش یہاں بھی وجود میں نہ کی جائے گی تو مسئلہ تحقیقات ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن مسئلہ روحانیت حل طلب ہی رہا۔

اب رہا سوال بچہ کی شہادت کا جوکہ یوسف اور زلیخا کے اُس معاملہ سے ہوئی جو ہفت خانہ میں ہوئی۔ اُسکا مطلب یہ ہے کہ چونکہ بچہ کی شہادت اس لیے سچی مانی گئی کیونکہ وہ ماں کے پیٹ میں عالم روحانیت کی ہی طرف متوجہ رہتا ہے جہاں وہ سننے اور دیکھنے کی محویت میں رہتا ہے۔ غرض پیچھے سے کُرتا پھٹنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ غیب کی ہی طرف یوسف کا رُخ بھی تھا اور زلیخا بھی یعنی نورِ محمدؐ کی ہی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جو نورِ محمدؐ اُس روحانی ندا کے روپ میں اپنے انوارِ حسن یوسف کے باوجود رات دن عالم غیب دائم ہیں۔ لہٰذا یوسف بھی نورِ محمدؐ کو ہی اس جگہ کہا جاتا ہے جس طرح کہ زلیخا نے خواب میں نور روشن ہوا دیکھا اور ہزار جان سے اُسی نور پر عاشق ہوئی جو اُس نے خواب یعنی ندا کے ذریعہ ہی پہنچا یا یعنی اُسی ندا کی طرف متوجہ ہوئی۔ اب یہ بتانا ضروری ہے کہ ندا بھی دو طرح کے ہیں (ایک روحانی ندا جو نورِ محمدؐ کے صفات سے قائم ہے) (دوسرا جسمانی جو صرف نفس کی عمل سے کچھ وقت کے لیے ہی سنائی دیتا ہے یعنی اوقات عمل میں پیدا ہوتا غرض وہ ندا فانی ہے)

چونکہ زلیخا بھی اُسی جسمانی ندا کی طرف متوجہ ہوئی تھی، کیونکہ جب زلیخا کی تحقیق کردہ ندا گم ہو گئی تو اس وقت زلیخا مایوس ہو کر اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ حالانکہ پھر بھی وہ ضرور سر رہی لیکن اسکے برعکس جب زلیخا نے یوسف کو مول لینے کے عوض تراز و میں مال و دولت ڈالدی لیکن

پلہ برابر نہ ہوا۔ اتنے میں بڑھیا نے اپنے کاتے ہوئے دھاگے کی کچھ مقدار میں زلیخا کے مال و دولت سے ظاہر طور بہت ہی کم تھا) ترازو میں ڈال دی جس سے یوسف کا اوزان برابر ہوا۔ اب حقیقت پر روشنی اس طرح جاتی ہے جو زلیخا کا سرمایہ تھا۔ اس نے اپنی طرح کچھ واردات حاصل کئے ہیں جو واردات اس حبِ نفس کا تلذذ سے بہت کم درجہ رکھتے ہیں جو کہ اس وقت بہت ہلکے وزن میں ثابت ہوئے۔ لیکن بوڑھی کا دھاگہ اس ندا کے وزن کے برابر ہوا۔ غرض بوڑھی نے اپنی سانس کے ساتھ وہ عمل حاصل کی تھی جس سے وہ ندا ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ان کے ڈال لینے سے پلہ برابر ہوا۔ اب رہی عاد کی لڑکی کی مثال جو اسی طرح یوسف پر عاشق ہو چکی۔ پھر یوسف نے اُس لڑکی سے کہا کہ صورت پر عاشق نہ ہو جاؤ بلکہ سیرت کی تلاش کرو۔

یہاں حقیقی معنی یہ ہیں کہ پہلے وہ لڑکی بھی فنا فی الشیخ کے حد میں تھی جو بُت پرستی قرار دیجاتی ہے۔ اب اس نے صورت پرستی کو ہیچ سمجھ کر حبِ نفس کا ہی مقام اختیار کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ شور و غل جو اس عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ لیکن ندا باقی اس لڑکی کو بھی۔ تحقیق نہ ہوئی۔

اب یہ ضروری کہا جا سکتا ہے کہ زلیخا اور بوڑھی عورت پر عاد کی لڑکی کو ہی باوجود تحقیقات برتر ترجیح دی گئی۔ کیونکہ عاد کی لڑکی نے صورت پرستی ترک کی اور حبِ نفس کی حد میں چلی گئی۔ غرض صورت پرستی ایمان کے نزدیک کفر ہے کیونکہ صورت پرستی قرآن نے یہاں بھی ختم کر دی جہاں عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۝ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی

ہے جو کہ بعد میں زلیخا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اگر نورِ حقیقی کی تلاش یہاں بھی وجود میں نہ کی جائے گی تو مسئلہ تحقیقات ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن مسئلہ روحانیت حل طلب ہی رہا۔

اب رہا سوال بچہ کی شہادت کا جو کہ یوسف اور زلیخا کے اُس معاملہ سے ہوئی جو ہفت خانہ میں ہوئی۔ اُسکا مطلب یہ ہے کہ چونکہ بچہ کی شہادت اس لیے سچی بتائی گئی کیونکہ وہ ماں کے پیٹ میں عالمِ روحانیت کی ہی طرف متوجہ رہتا ہے جہاں وہ سننے اور دیکھنے کی محویت میں رہتا ہے۔ غرض پیچھے سے کُرتا پھٹنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ غیب کی ہی طرف یوسفؑ کا رُخ بھی تھا اور زلیخا بھی یعنی نورِ محمدؐ کی ہی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جو نورِ محمدؐ اُس روحانی نِدا کے روپ میں اپنے انوارِ حسنِ سیرت کے باوجود رات دن عالمِ غیب دائم ہیں۔ لہٰذا یوسف بھی نورِ محمدؐ کو ہی اِس جگہ کہا جاتا ہے جس طرح کہ زلیخا نے خواب میں نور روشن ہوا دیکھا اور فرارِ جان سے اُسی نور پر عاشق ہوئی جو اُس نے خواب یعنی نِدا کے ذریعہ ہی پہنچا یا یعنی اُسی نِدا کی طرف متوجہ ہوئی۔ اب یہ بتانا ضروری ہے کہ نِدا بھی دو طرح کے ہیں (ایک روحانی نِدا جو نورِ محمدؐ کے صفات سے قائم ہے) (دوسرا جسمانی جو جبۃ نفس کی عمل سے کچھ وقت کے لیے ہی سنائی دیتا ہے یعنی اوقاتِ عمل میں پیدا ہوتا غرض کہ وہ نِدا فانی ہے)

چونکہ زلیخا بھی اُسی جسمانی نِدا کی طرف متوجہ ہوئی تھی، کیونکہ جب زلیخا کی تحقیق کردہ نِدا گم ہو گئی تو اس وقت زلیخا مایوس ہو کر اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ حالانکہ پھر بھی وہ محروم رہی لیکن اسکے برعکس جب زلیخا نے یوسف کو مول لینے کے عوض ترازو میں مال و دولت ڈالدی لیکن

پلہ برابر نہ ہوا۔ اتنے میں بڑھیا نے اپنے کاتے ہوئے دھاگے کی کچھ مقدار (جو زلیخا کے مال و دولت سے ظاہر طور پر بہت ہی کم تھا) ترازو میں ڈال دی جس سے یوسف کا اوزان برابر ہوا۔ اب حقیقت پر روشنی اس طرح جاتی ہے جو زلیخا کا سرمایہ تھا۔ اس نے اپنی طرح کچھ واردات حاصل کئے ہیں جو واردات اس حبِ نفس کا ندا سے بہت کم درجہ رکھتے ہیں جو کہ اس وقت بہت ہلکے وزن میں ثابت ہوئے۔ لیکن بوڑھی کا دھاگہ اس ندا کے وزن کے برابر ہوا۔ غرض بوڑھی نے اپنی سالکی کے ساتھ وہ عمل حاصل کی تھی جس سے وہ ندا ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ان کے ڈال لینے سے پلہ برابر ہوا۔ اب رہی عاد کی لڑکی کی مثال جو اسی طرح یوسف پر عاشق ہو چکی۔ پھر یوسف نے اُس لڑکی سے کہا کہ صورت پر عاشق نہ ہو جاؤ بلکہ سیرت کی تلاش کرو۔

یہاں حقیقی معنی یہ ہیں کہ پہلے وہ لڑکی بھی فنا فی الشیخ کے حد میں تھی جو بت پرستی قرار دیا جاتی ہے۔ اب اس نے صورت پرستی کو ہیچ سمجھ کر حبِ نفس کا ہی مقام اختیار کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ شور و غل جو اس عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ لیکن ندا باقی اس لڑکی کو بھی ــ تحقیق نہ ہوئی۔

اب یہ ضروری کہا جا سکتا ہے کہ زلیخا اور بوڑھی عورت پر عاد کی لڑکی کو ہی باوجود تحقیقات برتر ترجیح دی گئی۔ کیونکہ عاد کی لڑکی نے صورت پرستی ترک کی اور حبِ نفس کی حد میں چلی گئی۔ غرض صورت پرستی ایمان کے نزدیک کفر ہے کیونکہ صورت پرستی قرآن نے یہاں بھی ختم کر دی جہاں عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی

فرمایا۔ غرض وہ نابینا بھی مسلمان ہی تھا۔ جو آنحضرت ؐ کی طرف متوجہ تھا اور آنحضرت ؐ کو بھی نابینا کی طرف متوجہ ہونے کیلئے سخت حکم کیا گیا۔ بغرض یہاں درمیان میں صورت کہیں ثابت ہی نہیں ہوئی۔ نہ صورت کی طرف کوئی سوال ہی پیدا ہوا۔ اس لیے وہ نابینا بھی سیرت النبی ؐ کا ہی مشتاق تھا۔ اس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ ظاہر پر باطن کو ہی ترجیح دی گئی۔

حضرت موسیٰ ؑ کا دور

ایک زمانہ فرعون نے خواب دیکھا پھر اس خواب کی وجہ سے جس کی تعبیر یوں لی گئی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہو جائیگا جو زوال سلطنت کا باعث ہوگا ایک عام حکم نافذ کیا گیا کہ بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو جن کو ہم پیدا ہونیوالے لڑکے قتل کر دیئے جائیں۔ اسی زمانہ میں حضرت موسیٰ ؑ پیدا ہوئے اور ڈر کے مارے والدہ نے کشتی نما تابوت بنا کر حضرت موسیٰ ؑ کو اس میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈالدیا۔ حضرت موسیٰ ؑ کو جس صندوق میں رکھا گیا تھا وہ بہتے بہتے اس جگہ پہنچا جہاں دریا دو نہروں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ایک نہر فرعون کی محلات سے گزرتی تھی اور ایک دوسری طرف کو جاتی تھی۔ صندوق کی حرکات دیکھ فرعون کی طرف جانے سے موسیٰ ؑ کو روکنے کیلئے والدہ نے مارے ڈر کے اس کی بہن کو صندوق کے پیچھے پیچھے بھیجا) جب فرعون کے محلات کی طرف صندوق روانہ ہوا (یعنی نفس شیطان کی طرف روانہ ہوا) تو فرعون کی بیوی کی نظر صندوق پر پڑی۔ اس نے صندوق

کو اپنے محلِ خانہ میں لا کر کھولا۔ تو اس میں سے ایک بچہ پالیا۔ جس کو فرعون کی بیوی کا نے بنیت بیٹا اپنا بنا لیا۔ آپؑ نے فرعون کے گھر میں تعلیم اور پرورش پائی اسی طرح فرعون کی اہلیہ نے موسیٰؑ کو اپنے گھر لے لیا۔ موسیٰؑ کی پوپھی یہ حال دیکھ کر بہت پریشان ہوئی جب فرعون نے اس بچے کو محل میں دیکھا تو اس نے اپنی بیوی کا سے اعتراض کیا۔ اس خاتون نے فرعون کو سمجھایا کہ ہم اس بچہ کو اپنے دین پر آفریدہ کریں گے۔ پھر اس کی طرف سے کوئی بدسلوکی نہ آئے گی۔ جب فرعون نے آپؑ کو دودھ پلانے کے لیے دائیوں کو جمع کیا تو موسیٰؑ نے کسی سے دودھ نہ پیا۔ اس پر فرعون بہت مایوس ہوا اور دودھ پلانے کے سلسلے میں عورتوں کو تلاش کیا۔ اتنے میں موسیٰؑ کی پوپھی (جو موسیٰؑ کے صندوق کے پیچھے پیچھے لگی تھی) آ کر عرض کرنے لگی۔ حضور! ایک خاتون کا بچہ ابھی مار ڈالا گیا۔ اب اسکے پستان دودھ سے بھرے ہیں اور عورت بھی شریف النفس ہے، ہو سکتا ہے کہ بچہ اس کا دودھ پئے۔ فرعون نے حاضر ہونے کی اجازت دی۔ چونکہ یہ خاتون موسیٰؑ کی اپنی والدہ تھیں اس کو دیکھتے ہی حضرت موسیٰؑ نے اس کی چھاتی سے دودھ پی لیا۔ تھوڑی دیر بعد جب موسیٰؑ نے دودھ پی لیا۔ آپؑ کی والدہ نے فرعون سے معاوضہ طلب کیا۔ فرعون نے اسکے بدلہ اُسے تنخواہ مقرر کی۔ چنانچہ اس طرح سے آپؑ کو مسلسل اپنی والدہ کا دودھ نصیب ہوتا رہا۔ جب آپؑ حدِ بلوغ کو پہنچے تو اپنے معبود کی تلاش میں تحقیقات کرنے لگے (حقیقت میں نور کو ہی موسیٰؑ کہا جاتا ہے) جس نور کو عقلِ حسی نے وجود میں لایا اور موسیٰؑ کی پوپھی جو اس کی نگران تھی اور نیل کی دو نہریں جزوی و عقلِ حسی تھی۔

فرعون کی نہر عقل جزوی ہے یعنی نفسِ شیطان ہے اسی عقل جزوی نے موسیٰؑ کو آگے بڑھایا۔ یعنی فرعون کے محل میں پرورش پائی۔ حقیقت میں فرعون موسیٰؑ کا استاد تھا لیکن جب فرعون نے دعوئے خدائی اپنی طرف کیا تو موسیٰؑ نے مخالفت کی جب موسیٰؑ کا ذہن آگے تحقیقات میں لگ گیا تو اس نے فرعون سے یعنی عقل حسی سے کام لیکر آگے چلنا بند کیا۔ اب عقل جزوی نے موسیٰؑ کو وجود درخت سے دیکھنے کے بیان میں آیا ہے "وہ آگ ظاہر کردی جس آگ سے آواز آئی میں تیرا خدا ہوں۔

غرض جزوی نے اس کو انفاس کا کسب دکھلایا جس کو اژدہا بن گیا اور یہ سانس بند کرنے کے باوجود یعنی ہاتھ گریبان میں ڈالی روشن ہو گیا۔ حقیقی مطلب یہ ہے کہ کسی نور کا اظہار ہونا اور جوندا جوتے نکالنے کے بارے میں آئی۔ وہ نفسانی خواہشات کی سواری کے قطع کرنے کے متعلق آئی اس کے بعد جو گفتگو موسیٰؑ اور فرعون کے درمیان ہوئی وہ یہ مطلب ہے کہ موسیٰؑ عقل جزوی کی بدولت عقل جزوی کی بدولت یعنی فرعون کو دعوئے خدائی کرنے پر اعتراض کرنے لگا۔ غرض گفتگو ان کے درمیان یہ ہوا کہ موسیٰؑ نے بھی انفاس کا کسب فرعون کو دکھایا (یعنی عصاء زمین پر ڈالدی جسکو اژدہا بن گیا) لیکن فرعون سانس کو ہی یعنی اپنے انفاس کو ہی عقل حسی سے خدا تصور کرتا تھا (جو مسخر نہیں ہو جاتے ہیں) اور موسیٰؑ نے اسکے برعکس فرعون سے دعویٰ کیا ہے کہ خدا وہ ہے جس نے زمین و آسمان چاند سورج دیگر سیارے بعض کائنات کے تمام مخلوقات اور اجزاء بنائے۔ یعنی تم متنفس آدمی کو خدا کہاں تصور کیا جا سکتا ہے اب عقل جزوی نے موسیٰؑ کو یہ بتا دیا کہ عقل فنا ہونے والی ہے۔ اس لئے فرعون خدا نہیں ہے۔ لیکن مخلوق ہے خالق نہیں۔

غرض اتنے پیغمبروں کے قصے تفکر کے متعلق ہی بیان آئے ہیں
بعض وقت عقل حسی سے تحقیقات کرنے لگے بعض وقت عقل جزوی سے۔
اسی لیے ان کی تحقیقات فنا سے وابستہ رہی۔ بقائی تحقیقات مخفی رہا۔
اس لیے آگ سے نکلنے والی آواز کو موسیٰؑ نے معبود قرار دیا بلکہ خدا کو متکلم
قرار دیا جبکہ برخلاف قرآن سے خدا کا متکلم ہونا کسی آیت سے ثابت نہ ہوا۔
اگر موسیٰ علیہ السلام خدا کے ساتھ متکلم ہوگا تب موسیٰ کو خضر کے پاس علم سیکھنے
کے لیے کیوں جانا پڑے گا۔ البتہ فرعون پر غالب رہا۔

لیکن اب ہم موجودہ زمانے کے پیروں، درویشوں پر افسوس کرتے ہیں کہ وہ بھی
فرعون کی ہی طرز عمل سے صنوبری پرستی کرتے ہیں اور انفاس کو ہی خدا قرار دیتے ہیں۔
اور مریدوں سے اپنے تئیں سجدہ کرواتے ہیں جسے قدیم پیغمبروں نے بھی کفر و شرک قرار دیا ہے۔

چھٹا سوال

یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر کے پاس جانے کا علم کیوں ہوا اور وہاں موسیٰ علیہ السلام اور
خضر کے درمیان پیش آئے ہوئے واقعات حقیقت میں کیا تھے۔ تمام حقائق پر روشنی
ڈالیں۔

الجواب

چونکہ موسیٰ ایک روز اپنی قوم بنی اسرائیل
میں وعظ فرماتے تھے۔ اسی اثناء میں
سامعین سے ایک آدمی کھڑا ہوگیا اور موسیٰ سے

سے عرض کرنے لگا کہ یا موسیٰؑ اسوقت خدائی کا علم پورا کون رکھتا ہے جواب میں موسیٰؑ نے اپنے طرف اشارہ کیا لیکن حقیقت میں موسیٰؑ پورا علم نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے اسکو خضر کے پاس جانے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد موسیٰ اور خضر کے درمیان چند واقعات پیش آگئے وہ یہ ہیں کہ پہلے موسیٰؑ اور خضر دریا کے پار ہو جانے کے واسطے جس کشتی میں سوار ہو گئے کنارے پر پہنچ کر خضر نے کشتی کے نیچے میں سوراخ کیا جہاں سے کشتی میں پانی بھر آیا اور کشتی پانی میں ڈوب گئی۔ حقیقت میں وہ موسیٰ کا وجود تھا جو خضر نبی کا مرکز تھا [illegible] وجہ سے موسیٰؑ کا علم روحانی کا دروازہ کھل گیا۔ غرض موسیٰؑ نے صبر کیا کیونکہ خضر کا علم روحانی الہیٰ غیبی موسیٰؑ کے علم کیخلاف اور بھاری تھا۔ اس کے بعد دونوں کو راستے میں ایک نوجوان خوبصورت ملا جس کو خضر نے گردن پر تلوار ماری اور اسکو قتل کیا۔ غرض ثابت یہ ہوا کہ مقتول لڑکے کے ماں باپ نیک و صالح تھے اور لڑکا بد کاموں کی طرف مائل ہونے لگا۔ خضر کا کہنا یہی ہے کہ [illegible] اسی لیے لڑکے کو قتل کر ڈالا لیکن حقیقت میں وہ لڑکا نفس امارہ جسکو قتل کر کے خضر نے نفس لوامہ میں تبدیل کیا ورنہ قرآن کی اس آیت کیخلاف یہ واقعہ ثابت ہوتا ہے۔

جہاں خدا فرماتا ہے کہ ماں باپ کے جرم میں اولاد کو سزا نہ دیجائیگی اور اولاد کے جرم میں والدین کو کچھ پکڑ نہ ہوگی۔ اسکے بعد وہ دیوار گرا کر نیا بنایا جہاں یتیموں نے بنایا تھا۔ غرض وہ [illegible] وجود باندھا تھا لیکن خضر نے وجود کے اندر [illegible] مشاہدہ میں ان کو لگائے جہاں ان کو مقام شہود کا منظر دکھنے میں آیا۔ جس کو خزانہ قرار دیا گیا۔ غرض خضر کا مثال یہی کہ وہ نفس کو امارہ کا [illegible] ہے اور موسیٰؑ کے سبب استقلال بن کر کو امہ

پورا حاصل نہ کیا۔ اسکے علاوہ ذوالقرنین نے موسیٰؑ سے زیادہ غیب کی طرف سفر کیا یعنی ظلمات
میں چلا گیا لیکن تحقیقات نہ کرسکا اسی لیے وہ آب حیات حاصل کرنیکے بارے میں ناکام ہوگیا۔ غرض
ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تمام غیب کی اہم تحقیقات کی جو ہم کو بھی جاننا لازم ہے

اب سکندر (یعنی ذوالقرنین) کی ایک اور مثال بھی پیش کیجاتی ہے جبکہ وہ سکندر کے اس ظہور میں
اس مقام پر پہنچا جہاں وہ شاہ جمشید نے پہلے کسی زمانے میں ایک ظلمات بنا رکھا ہے ظلمات میں
پیالے کی حفاظت کیلئے بنایا تھا جسکا نام جام جم کہا جاتا تھا۔ اور جس پیالے کا یہ صفت تھا کہ
جو اس سے پانی پیئے گا وہ زندہ ہی رہیگا۔ غرض ظلمات اسطرح کا بنا ہوا تھا۔ وہ ایک بلند جگہ تھی
جہاں پیالہ رکھا گیا تھا اور پیالے کو حاصل کرنے کیلئے اور وہاں تک پہنچنے کیلئے ایک سیڑھی
حیوانی جسم کے اعضاء سے سات پایوں کی بنی تھی اور اوپر ایک تلوار بھی لٹکی تھی۔ غرض
جب کوئی آدمی جام جم اتارنے کی غرض سیڑھی کے سہارے پیالے کے پاس پہنچ جاتا تھا تو فوراً
اس طلسمی جسم کے اعضاء جن سے سیڑھی بنی ہوئی تھی مجسم بن کر اس تلوار سے جام جم کے
خواہشمند کو قتل کرکے پھر سیڑھی کی شکل میں تبدیل ہوجاتی تھی۔ چونکہ سکندر کو اس طلسم کے متعلق
ایک بوڑھے بزرگ نے یہ بات بتائی کہ تم جب سیڑھی سے اوپر چڑھنے لگو گے تو سات پایوں
کے بجائے سیڑھی کے تین ہی پائے پر اوپر تک پاؤں لگنے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ سیڑھی کے
انسانی اعضاء پورے جوڑے نہ جائیں گے اور مجسمہ پورا نہ ہوپائیگا تاکہ تم جیتے
جاگتے جام جم حاصل کرلو گے۔ غرض سکندر نے ایسا ہی کیا لیکن جب پیالہ
اٹھایا تو ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا

غرض وہ پیالہ بھی جسمانی حد میں ہی تھا۔ نہ کہ روحانی۔ اگرچہ وہ نقلی یعنی
آب حیات کا پیالہ ہوتا تو کیوں کر ٹوٹ جاتا۔ غرض سکندر کے دور سے بھی
روحانی تحقیقات پوری نہ ہوئی)

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

دربیان حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق یوں بیان آیا ہے کہ

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ٥

ترجمہ:- اور ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے بڑی فضیلت و نعمت دی تھی کہ اے پہاڑو، داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو۔ اور اسطرح پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے انکے واسطے لوہے کو مثلِ موم نرم کر دیا۔

اٹھارویں زبور کے چھ و ساتویں میں حضرت داؤد کا یہ قول لکھا ہے۔ میں نے تنگی کے وقت خداوند کو پکارا۔ اور اپنے خدا کے آگے چلایا۔ اس نے میری آواز سُنی۔ اپنے ہیکل میں اور میری فریاد اس کے سامنے اسکے کانوں تک پہنچی۔ تب زمین کانپی اور لرزی۔ سارے پہاڑ جڑ سے ہل گئے قرآن شریف میں داؤد کی مناجات کا بیان ہے کہ اس کی مناجات کے وقت پہاڑ اور طیور موافقت کرتے تھے۔ زرہ کے ایک مطلب یہ کہ داؤد کو زرہ بنانیکا حکم دیا تھا یعنی سامانِ جنگ بھی عطا کئے تھے جیسا کہ زبور کے پانچ سو بتیس ۵۳۲ درس میں آیا ہے کہ جس طرح ان کو کمالات و درویشی عطا ہوئے تھی حقیقت یہ ہے کہ جس داؤد کے ساتھ پہاڑ و طیور موافقت کرتے تھے وہ حقیقت میں خدا ہے جو داؤد اپنے انفاس ضبط کر کے

وجود کے اندر بجاتا ہے اس آواز کے سمع میں داؤد کے جسم کے بال اور تمام اجزاء ذکر
جہر کے ساتھ بولتے ہیں اور موافقت کرتے تھے۔ غرض یہ لحن بھی وجودی عنصر یعنی آب
وہوا سے پیدا ہو جاتی اور ذرہ کے متعلق بھی یہی فرمایا وہ ذکروں کے مزامیر سے
اپنے وجودی دلوں کو نرم و صاف کرتے ہیں۔
اس سے ثابت ہوا کہ داؤدؑ کا دور بھی عقل جزوی یہی رہا عقل کلی و معنویات کی تحقیقا حل نہ ہوئی۔

ساتواں سوال متعلق

حضرت یونس علیہ السلام

سوال یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو کس مچھلی نے نگل لیا،
اور پھر مچھلی نے اپنے شکم سے یونسؑ کو باہر پھینک دیا اور اسی وقت
یونسؑ کے سایہ کیلئے کونسا بیل دار درخت اگ گیا حقیقی معنی مطلق سوال فرمائیں؟

الجواب: مطلب یہ ہے کہ حضرت یونسؑ کسب اذکار کے مقام
میں اپنے جسم میں گھس گیا وہاں نفس امارہ کو ذکر و
اذکار کے ضربوں سے کمزور کرنے لگا۔ آخر نفس لوامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا گویا
کہ نفسانی خواہشات سے نجات پایا نہ کہ حیات دائمی پائی۔ لیکن ذکر و اذکار
بھی خواہشات مٹانے میں بہت ضروری ہیں جو باعث شک و صدر بتلائے
گئے ہیں۔ اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شک و صدر کیا گیا جسکا بیان یہ ہے

کہ چھری سے سینہ پھاڑ ڈالا اور انتڑیاں نکال کر پانی میں دھو کر پھر وہیں اپنی جگہ رکھ گئے چونکہ چھری بروئے حقیقت فکر کو کہلایا گیا اور پانی ذات قدیم کے اسماء سننے جن کے پردات ذکر و اذکار میں کئے جاتے ہیں بترتیب اس ذکر کا مسئلہ رہا جو حضرت یونس ؑ کے جسم کو سایہ پہنچانے کیلئے اُگ گیا حقیقت میں وہ درخت یونس ؑ کو وہ شہودی حاصل ہوا جہاں اُسکے بدن پر ٹھنڈک آ پہنچی جو کہ علم تصوف کے طلبا کو نہایت ضروری ہے جسکے علاوہ روحانی حلقہ کا پوری تحقیقات حل نہ ہوا۔ غرض زمانہ آنحضرت ؐ تک آکی وجودی اور شہودی دور ثابت ہوا۔ لیکن خاتم النبیین جناب سرور کائنات صلعم نے عالم روحانیت کا کھوج نکالا۔ اور خالق کے تمام ظاہری و باطنی رموزات اور فرائض انجام دیئے اور ہمیشہ کیلئے ہمارے واسطے منزل مقصود کی راہ صاف کر رکھی۔ اسلیئے ہم تمہارے اپنے رہنما معظم جناب سرور کائنات صلعم کے فاکسار اور اسکے فرمودات کے قائل ہیں اور ہم ہر وقت یہی دعا خدا سے طلب کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ ہمیشہ اسی رہنما معظم کے قدموں کے پیچھے چلنے کی توفیق عطا فرمائیے اور ہمیں اسی راہ صراط المستقیم پر چلائے اور ہمیں معبود حقیقی کی قرابت حاصل ہو۔ (آمین)

حضرت سلیمان ؑ کا قصہ

قرآن میں آیا ہے کہ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ (ترجمہ) اور سلیمان ؑ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اُس کی صبح کی منزل ایک مہینے بھر کی راہ ہوتی اور اُسکی شام کی منزل ایک مہینے بھر کی راہ ہوتی) سلیمان ؑ کے لیے خدا نے ہوا کو فرمانبردار بنایا تھا کہ وہ ہوا صبح سے لیکر دوپہر تک ایک مہینے بھر کا راستہ طے کرتی تھی اور شام کو پچھلے پہر کو بھی مہینے بھر کا راستہ طے کرتی تھی۔

توراۃ کی دُوم کتاب التواریخ کی نویں باب ستر ہویں درس میں لکھا ہے کہ سلیمان عؑ نے ہاتھی دانت کا ایسا تخت بنایا تھا جو زینے کے سبب بادشاہوں سے سبقت لے گیا اسی طرح ثابت ہوا کہ اسکا جزو دو یر تواریخ اور زمین کے نیچے سے عجائبہ آلات اور مکانات برآمد ہونے سے بخوبی ثابت ہے کہ سلیمان کے عہد میں ایسے صنع لوگ تھے کہ تخت کو ہوا پر اڑا لے جانیکا علم جانتے تھے۔ پھر جسطرح صدہا چیزیں اور سینکڑوں علوم و فنون کا رواج تھا۔ اسکے علاوہ اللہ نے حضرت سلیمان ع کو خاص کر ایک نعمت دی تھی کہ جسطرح اور بادشاہ صرف انسان پر حکومت کرتے ہیں حضرت سلیمان جن و انسان دونوں پر حکومت کرتے تھے اور چرند و پرند سب جانوروں کی اصلی بولی سمجھتے تھے اور ان پر بھی ان کی حکومت تھی۔ ایک دن سلیمان عؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو فرمانے لگے کہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ اسلئے میں اسکو سخت سزا دوں گا یا اسکو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی صاف حجت میرے پاس لائے تھوڑی ہی دیر میں ہدہد حاضر ہو گیا اور سلیمان ع سے متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کرکے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسکو ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اسکے پاس ایک تخت ہے میں نے اسکو اور اسکی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال کو انکی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ سے روک رکھا ہے تو وہ سیدھے راہ پر نہیں چلتے معلوم ہوا کہ سجدہ خاص اللہ تعالیٰ کیلیے چاہیئے اس کے سوا خواہ کوئی سورج ہو یا چاند ہو، نبی ہو یا ولی ہو۔ درخت ہو یا ستارہ

قبر ہو یا مکان، اس کے لیے سجدہ نہ چاہیئے۔ جب ہُدہُد نے اپنے غائب رہنے کی
وجہ بیان کی کہ ملک سباء میں ایک عورت کی بڑی بادشاہت دیکھ کر آیا ہوں
تو حضرت سلیمان ؑ کو یقین نہ ہوا۔ اس لیے ایک خط لکھ کر دیا کہ اسکا جواب لاؤ۔ سباء
بن یشجب بادشاہِ یمن کی نسل میں شراحیل ایک بڑا متکبر بادشاہ تھا۔ وہ بادشاہوں
کی لڑکیوں سے شادی اپنے لیے باعثِ ہتک خیال کرتا تھا۔ ایک جن کی لڑکی، ریحانہ سے
شادی کرلی جس کے پیٹ سے بلقیس پیدا ہوئی۔ شراحیل کے مرنے کے بعد اس کا
بھتیجا یمن کا بادشاہ ہوا۔ مگر وہ بڑا ظالم تھا۔ اس وجہ سے بلقیس نے تنہائی کا موقع پاکر
اسکو مار ڈالا اور خود بادشاہ بن گئی۔ بلقیس کی چھاتی پر ہُدہُد نے سلیمان کا خط
اسوقت رکھا جب وہ محل میں سوئی ہوئی تھی۔ جب بلقیس نے اس خط کو پڑھا تو اسکے
دل میں ہیبت بیٹھ گئی اور اپنے تین سو وزیروں اور مصاحبوں سے صلاح کی جسکا
ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جب بلقیس نے وہ خط دیکھا اور بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار
میرے پاس ایک خط باوقعت ڈالا گیا ہے وہ سلیمان ؑ کی طرف سے ہے اور اس میں یہ لکھا ہے
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور
میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار تم مجھ کو میرے اس
معاملہ میں رائے دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے
پاس موجود نہ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے
ہیں اور اختیار تم کو ہے تو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا ہو۔ بلقیس نے کہنے لگی والیانِ
ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسکو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور اسکے
رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں انکو بے عزت و ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی
ایسا ہی کریں گے اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی

کر وہ فرستادے کیا لیکر آتے ہیں، یعنی میں ان کی طرف اپنے قاصد بھیج کر
تحفہ کے ساتھ تجربہ کرتی ہوں۔ اگر بادشاہ ہوگا تو تحفہ و تحائف کیساتھ خوش
ہو جائیگا اور ہم اسکی تکلیف سے چھوٹ جائیں گے اور اگر پیغمبر ہوگا تو ہمارے ان
نفیس تحفوں سے خوش نہیں ہوگا کیونکہ اسکا اصلی مطلب دین کی طرف بلانا ہے تو ہم اس
سے نہیں چھوٹ سکتے۔ جب تک ہم اُسکے دین کی پیروی نہ کریں اور اسکے طریقہ پر نہ چلیں
رازی نے کہا کہ تحفہ کے بیان میں لوگوں نے بہت کچھ کہا ہے لیکن قرآن پاک میں اسکا کچھ
بیان نہیں ہے دیگر ولیسے نے کہا کہ ہُدہد کے بیان اور سلیمان علیہ السلام کے حال میں جبکہ ایلچی
تحفہ لیکر ان کے پاس پہنچ گئے تو ان اقوالوں کی صحت اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے
اور کلام اللہ کی تفسیر کے ساتھ ان کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اسکے بعد جب وہ فرستادہ
سلیمان عؑ کے پاس پہنچا۔ فرمایا گیا تم لوگ مال سے میری امداد کرتے ہو اور اللہ نے
جو کچھ مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے۔ ہاں تم ہی اپنے
اس ہدیہ پر اترانے ہو گئے جب سلیمان عؑ کے پاس تحفے پہنچے تو لینے سے انکار کیا اور
ایک نامہ بلقیس کے نام دیا کہ ہم کو تحفوں اور مال کی ضرورت نہیں ہے جب
بلقیس کو یہ معلوم ہوا تو قسم کھائی کہ دنیا پرست بادشاہ نہیں ہے بلکہ نبی ہے اس
کا مقابلہ دشوار ہے۔ نیز سلیمان عؑ نے فرستادہ سے یہ بھی کہا کہ تم ان لوگوں کے
پاس لوٹ جاؤ تو ہم آن پر ایسی فوج بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان
کا ذرہ بھر مقابلہ نہ ہو سکیگا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے۔
اور وہ ماتحت ہوں گے۔ اسکے بعد سلیمان نے فرمایا کہ اے اہل دربار کہ تم میں سے کوئی
ایسا ہے جو اس کا تخت قبل اسکے کہ وہ لوگ میرے مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے گا
ایک قوی ہیکل جن نے جواب عرض کیا کہ اسکو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔

قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اُٹھیں اور میں اس پر طاقت رکھتا ہوں، امانتدار ہوں۔ وہ تخت عاصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کی دعا سے دو مہینے کے راستے سے آنکھ جھپکانے میں اس طرح آیا کہ بلقیس کے ساتوں قفل قائم رہے۔

جس مکان میں وہ تخت رکھا تھا اس مکان کی زمین پھٹ کر زمین کے اندر سلیمان علیہ السلام کے تخت کے پاس کی زمین پھٹ کر وہ تخت نمودار ہوا۔ سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے لیے اس کے تخت کی صورت بدل دو۔ ہم دیکھیں گے کہ اس کو پتہ لگتا ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ ایسی تغیر و تبدیل کر دو کہ اس کی پہلی صورت بدل جائے تاکہ میں اس وقت بلقیس کی عقل کا امتحان کروں جب وہ یہاں آئے اور دیکھوں کہ دنیا کی چیزوں میں جب یہ حال ہے تو تو خدا کی ذات و صفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی غلطیاں کی ہوں گی۔ چنانچہ وہ آئی اور اس سے پوچھا گیا کہ آپ کا ایسا ہی تخت ہے اسکو پہچان نہ سکی۔ دھوکے میں آگئی۔ کہا ایسا ہی میرا تخت ہے اس کو اس کے مشابہ بتلایا۔ یہ نہیں کہا کہ یہ وہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس سے معلوم کرایا گیا کہ یہ وہی تخت ہے اس پر اس نے بطور معذرت کے کہا، ہم کو کیا آزماتے ہیں، ہم کو تو اس حالت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بڑے طاقتور ہیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اور ہم یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ کے فرمانبردار ہو چکے ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا کلام ہے کہ ہم کو پہلے ہی معلوم ہوا تھا کہ تو بتلا نہ سکے گی اور ہم

ہمیشہ سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اور بالقیس کو ایمان لانے میں
آفتاب پرستی نے روک رکھا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ وہ
بھی کافر قوم میں تھی۔ یہ معنی ہیں یا یہ کہ سلیمان علیہ السلام نے
اس سے عبادت غیر اللہ سے روک دیا اور سلیمان ع نے
بالقیس سے کہا کہ اس محل میں داخل ہو تو جب اس کا صحن دیکھا
تو اس کو پانی سمجھا اور اپنی دو پنڈلیاں کھول دیں سلیمان ع نے
فرمایا یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے۔ بالقیس
کہنے لگی۔ اے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا۔ اور میں
سلیمان ع کے ساتھ ہو کر رب العٰلمین پر ایمان لائی۔ ابن
المنذر، عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ وغیرہ نے ابن عباس رض
سے ایک طویل اثر میں ذکر کیا ہے کہ سلیمان ع نے اس کے ساتھ
نکاح کیا اور جب بالقیس شیشہ خانہ میں گئی۔ دیوان ڈلے
ں بیٹھے تھے حضرت سلیمان ع۔ اس میں پتھروں کی جگہ شیشہ کا
فرش تھا۔ دور سے لگتا تھا جیسے گہرا پانی ہے، اس نے
پنڈلیاں کھولیں اور پانی میں بیٹھنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت
سلیمان نے پکارا کہ یہ شیشوں کا فرش ہے پانی نہیں۔
بالقیس کو اپنی عقل کا قصور اور انکی عقل کا کمال
معلوم ہوا۔ سمجھی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھیں وہ ہی صحیح ہے۔ حضرت
سلیمان نے سنا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال (بکری) کی طرح
ہیں۔ اس طرح معلوم کر لیا کہ صحیح ہیں۔ اسکی دوا تجویز کی۔

نورہ کہتے ہیں کہ وہ پری کے پیٹ سے پیدا ہوا تھی۔ یہ اثر
اس کا تھا۔ اب حقیقت یہ تھی کہ پہلے سلیمانؑ کے تخت کی
یعنی بادی تخت کی ذکر ہو چکی۔ حقیقت میں وہ ہوا کے عنصر پر سوار
ہو کر اپنے وجودی کائنات کا سیر کرتا تھا، جو دور عقلی جزوی کے
پر تھا اور تخت کے متعلق جو ملا تھی کے دانت کا بنا ہوا تھا
یعنی ہاتھی دیو جیسا جانور ہے۔ اس لیے تخت بھی شیطانی عنصر کا
ثابت ہوا۔ بالقیس کے متعلق بھی حقیقت میں یہی ثابت ہوا ہے
کہ بالقیس جو آفتاب پرست تھی وہ عقل حسی تھی۔ سلیمانؑ کو فکر
یعنی ہُد ہُد نے عقل جزوی کی مدد سے قابو کر لیا یعنی اپنی طرف متوجہ
کیا اور سلیمانؑ نے ان ہی فانی اسباب یعنی عقلی حسی و جزوی
و بادی عنصر سے کام اور تحقیقات کرتے آیا۔ اور لقائی تحقیقات
سے محروم رہا جو روحانی آگاہی انسان کے واسطے ہر چند ضروری ہے
اس میں کامیاب نہ ہوا، اور عقل معنوی اور کلی کا تحقیقات باقی رہا۔ یہاں
سے دُنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے لیے سلیمانؑ کی موت اور اس کے جاہ و
حشم کا اختتام بیان کیا ہے کہ سلیمانؑ مر گیا اور اس کی موت کا حال
ایک کیڑے نے اظہار کیا جو اس کے عصا کو کھاتا تھا۔ پھر جب
سلیمانؑ گر پڑے تو سب کو معلوم ہو گیا، اور جن کو یہ بات معلوم
ہو گئی کہ باوجود جادوگر ہونے کے ہم غیب نہیں جانتے اگر جانتے
تو اب تک سلیمانؑ کی قید میں نہ پڑے رہتے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ
سلیمانؑ عبادت کے تخلیہ میں بیٹھا کرتے تھے۔ آخری بار جو بیٹھے تھے تو

ٹھوڑی کے نیچے عصا لگا ہوا تھا۔ عبادت ہی میں روح نکل گئی خدا تعالیٰ
کی اس میں چند مصلحتیں تھی کہ سلیمانؑ کے جسم پر آثار موت ظاہر نہ ہونے دیئے
آنجملہ یہ کہ لوگ جنوں کو غیب داں سمجھا کرتے تھے انکی غیب دانی پر پتھر پڑ گئی ازآنجملہ
کچھ انتظام مملکت بنی اسرائیل سے کروانا مقصود تھا لوگ یہ سمجھ گئے تھے کہ سلیمانؑ زندہ ہے
اندر کوئی جانے نہیں پاتا تھا باہر سے بیٹھا ہوا آنکھ بند کئے لکڑی پر سہارا دے بیٹھا ہوا،
مشغول بحق دیکھتے تھے۔ کئی مہینوں بعد جب خدا کو اس بات کا اظہار منظور ہوا تو
دھیک یا گھن نے لکڑی کو کاٹ ڈالا سلیمانؑ گر پڑے سب کو معلوم ہو گیا۔ بعض مفسرین
یہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمانؑ کی موت کا وقت جو خدا کے علم میں مقرر تھا اسکا کسی کو علم
نہ تھا، مگر دابۃ الارض یعنی دھیمک یا گھن سے معلوم ہوا کہ جسکو خدا نے ہر شخص کے حیات
کے پیچھے لگا رکھا ہے، وہی سلیمانؑ کے زندگی کی لکڑی کو کھا رہا ہے جس سے
آخر میں سلیمان کی زندگی کٹ گئی اور وہ گر پڑے، یعنی مر گئے، تب سب نے
جان لیا کہ باوجود علم جادو کی مہارت کے ہم غیب داں نہ تھے ورنہ سب
سلیمانؑ کی اطاعت میں پڑے نہ رہتے، افسوس کہ ہر شخص کی حیات کی لکڑی کو
یعنی انسانی وجود کے انفاس کو گھن یعنی موت کا کیڑا لگ رہا ہے مگر گرنے
دھڑنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ یہاں سے خدا کی خدائی اور اس کے
جلال کا ظہور ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ آخر فانی اجزاء جسم کے
یعنی کل اور سائنس اور وجودی لطافت کو بقا یا خدائی ذات تصور
کرنا بالکل ہیچ ہے کیونکہ یہ سب فانی ہونے والے ہیں۔ باقی سماج
اور لیمارنٹ ہی رہے گی جو روحانی وابستہ ہے جو مرکز ہستی انسانی
کی حیاتی ثابت کرے گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ. اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّیْ
مَسَّنِیَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ

ترجمہ: اور آپ ہمارے بندہ ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انھوں نے اپنے کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔

جب بنی اسرائیل کی سرزمین پر بابل کے بادشاہوں یعنی قصدی قوم کی حکومت تھی۔ اسوقت حضرت ایوب بنی اسرائیل کی سرزمین میں تھے، کیونکہ یہ خود بھی بنی اسرائیل میں سے تھے۔ بعض کا بیان ہے کہ آپ اسرائیل نہ تھے۔ مقام عوص میں رہتے تھے، تو اس زمانہ میں سب سے بڑی دولت زراعت اور مویشی سمجھی جاتی تھی اور آپ اس حساب سے بڑے مالدار تھے۔ یعنی سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچ سو جوڑی بیل اور پانچ سو گدھوں کے مالک تھے جن کی خبر گیری کے لیے آپ کے بہت سے نوکر تھے۔ اس وقت وہاں آپ کے برابر کوئی مالدار نہ تھا۔ آپکے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ اور آپ کے بیٹے جب اپنے اپنے نمبر پر ضیافت کرتے تھے۔

تو اپنے بہنوئی کو بھی بُلایا کرتے تھے اور ان کا آپس میں بڑا اچھا سلوک تھا
حضرت ایوب اور آپ کی اولاد اور نوکر عبادت گذاری میں ضرب المثل
تھے۔ توریت اور تاریخ ابن اثیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خدا نے
شیطان سے پوچھا کہ ایوب کے برابر میرا عبادت گذار بھی تو نے دیکھا ہے
اس نے کہا وہ دولت سے مالا مال ہے اگر اس نے عبادت کی تو یہ کیا کمال
ہے اگر حالت پریشانی اور تنگ حالی میں اسکا یہی حال رہا تو شک صادق
ہوگا پس خدا نے شیطان کو فرمایا کہ ایوب کی جان کے سوا اسکی ہر ایک چیز کی
تباہی پر میں تجھ کو دسترس دیتا ہوں جیسا تو چاہے وہ مال اس کا تباہ ہو
جائے۔ پس ایسا ہوا کہ سب نوکر بیل جوتتے تھے اور گدھے آس پاس چرتے
تھے کہ اتنے میں سباہ کے چور آپڑے۔ بیل اور گدھے ہانک کر لے گئے اور تمام
نوکروں کو قتل کیا اور خبر پہنچانے کے لیے صرف میں بچ گیا۔ یہ اپنا بیان
ختم نہ کرنے پایا تھا کہ اتنے میں دوسرا نوکر آیا اور اس نے کہا کہ آسمان
سے آگ اتری جس نے تمام بھیڑوں اور نوکروں کو تمام کیا۔ صرف میں بچ
گیا جو خبر دینے آیا ہوں یہ اپنی خبر ختم نہ کرنے پایا تھا کہ تیسرا نوکر
بھاگتا آیا اور روتے ہوئے یہ بیان کیا کہ خسدی قوم کے چور لوگوں کی
تین جماعتیں آئیں اور تمام نوکروں کو قتل کر کے اونٹوں کو لے گئے
اور اتنے ہی میں اور ایک نوکر آیا اور بیان کیا کہ آپ کے تمام بیٹے
اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے یہاں ضیافت کھا رہے تھے کہ اتنے
میں آندھی آئی اور مکان جس میں معہ اپنے تمام بال بچوں کے تھے گرا
اور سب دب کر رہ گئے اور میں ہی اکیلا بچ کر آیا ہوں تا کہ آپ کو

خبر دوں۔ تب حضرت ایوبؑ زمین پر جھکے اور سجدہ کیا اور فرمایا کہ میں اپنی ماں کے پیٹ سے اکیلا پیدا ہوا ہوں اور اکیلا قبر میں جاؤں گا۔ خدا نے دیا تھا اور خدا نے لے لیا اور وہ بڑی مقدس ذات ہے۔ اس سارے مقدمہ میں نہ تو ایوبؑ نے گناہ کی بات منہ سے کہی اور نہ خدا پر عیب لگایا۔ بلکہ شکر گزاری میں سالقہ سے بڑھ گئے۔ تب شیطان نے خدا سے کہا کہ اس کا جسم تندرست ہے۔ خدا نے کہا کہ اسکے جان کے سوا اسکا تجھی اختیار ہے۔ تب شیطان نے ان پر ہاتھ پھیرا جسکی وجہ سے سر سے لے کر پیر تک تمام جسم خارشتی پھوڑوں سے ڈھک گیا اور کھال اور گوشت گھل کر کیڑے پڑنے لگے اور جزام کے مرض میں گرفتار ہو گیا اور آپ جا کر راکھ میں بیٹھ گئے اور ٹھیکرا لے کر کھجلانے لگے اور صرف آپ کی بیوی بچ گئی جو ہمدردی اور حق خدمت میں صادق تھی۔ مگر انھوں نے ایک روز آپ سے کہا کہ باوجود ان مصائب کے تم مسلسل خدا کی عبادت میں مشغول رہو گے اور کسی قسم کی شکایت نہ کرو گے جس کی وجہ سے حضرت ایوب کو غصہ آیا اور فرمایا کہ میں تجھ کو ضرور سزا دوں گا اور جس کا ذکر قرآن شریف میں حضرت ایوب کے ذکر میں موجود ہے اور پھر فرمایا اے ناداں عورت کیا ہم خدا سے اچھی چیزیں لیں اور بری چیز نہ لیں۔ کیا یہ کوئی انصاف کی بات ہے۔ مگر خدا کے نزدیک آپکی بیوی دل میں صادق تھی اس وجہ سے خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ انکو سخت سزا سے بچایا گیا۔ صرف ایوب کی قسم پوری کی گئی۔ اور

بالآخر خدا ایوبؑ پر مہربان ہوا اور وہ تندرست ہو گئے اور سابق سے
دوگنی دولت کے مالک ہو گئے یعنی چودہ ہزار بھیڑ بکری اور چھ ہزار
اونٹوں اور ایک ہزار جوڑی بیل اور ایک ہزار گدھیوں کے مالک ہو گئے
اور سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئے اور آپ ایک سو چالیس
برس تک جئے اور اپنے بیٹے اور اپنی بیٹیوں کے بیٹے چار پشت تک
دیکھے اور بہت بوڑھے ہو کر فوت ہوئے۔ قصہ سے ثابت یہ
ہوا کہ ایوبؑ نے پہلے عقل خسی کی مدد میں اپنے عیال کے ساتھ بسر
اوقات کیں اور اس دوران میں مال اور دولت کے نقصان ہونے اور
بیٹوں و بیٹیوں کے فوت ہو جانے کی خرشتگی اور ان کی
طرف روگردانی و نافرمانی پیش آئی اور اس کی امید
جو ان کی فرمانبرداری کے خیال میں تھی وہ سب ہلاک ہو گئے
اور ان کے بدن میں وہی مرض پھیل گیا اور انکے نافرمانی
کے باتوں کے ذریعہ جو بدن میں جلن اٹھتی تو پھر بعض ان
کو اپنے کندھے پر اٹھاتے تھے۔ یعنی ان کے عیالی بوجھ پر
صبر کرتے تھے یا یہ جو کہنے میں آیا ہے کہ اس کے بدن میں
تین قسم کے کیڑے تنگ کرتے تھے، یعنی ایک شہد کی مکھی
دوسرا ریشم کا کیڑا تیسرا جونک جو کہ مرضوں میں آدمی کے خون
نکالنے میں کام دیتی ہے۔ غرض شہد کی مکھی ایوب کی فکر
تھی جس سے وہ اپنے وجود کی تحقیقات کرتے تھے اور ریشم کا کیڑا
ایوب کی عقل خسی تھی جب اپنے سکھ سے اپنے آپ کو دنیوی خواہشوں میں

بہاتے تھے یعنی کھیتی نباتات ہیں۔ تیرا جوک جو عقل جزوی ہے مرض میں خون نکالتا ہے۔ یعنی شہوات نفسانیہ سے آگے بڑھاتا ہے۔ آخر ایوب نے ہفدر بند کے کسب میں سات بیٹے یعنی سات مقام اور تین بیٹیاں یعنی تین ذکروں کے ضرائب حاصل کئے اور جو دیر دوگنا مال حاصل ہوا، وہ ایوب کے انفاس ہی تھے غرض یہ مثال بھی سکندر کی مثال سے تعلق رکھتی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ کیونکہ سکندر کو بھی سیڑھی میں ہفدر بند کا مقام تھا جہاں اس نے جام جم حاصل کیا۔ بعد میں کو لوٹ گیا۔

اب یہاں سے ثابت ہوا کہ ایوبؑ کی تحقیقات الہٰی فانی عقول اور فانی انفاس کے ذریعہ تمام ہو چکا۔ البتہ معنوی اور کلی عقول اور لطائف اور لطیفہ انفاس کے متعلق کچھ ثابت نہ ہوا۔

حضرت ذکریا علیہ السلام کا قصہ

توریت و تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ حضرت ذکریا علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے جب بنی اسرائیل پر قیصر یعنی رومیوں کے بت پرست بادشاہوں کی حکومت تھی۔

ابن خلدون صفحہ ۳۳۰ جلد اول میں ہے کہ اس وقت قیصر کی طرف سے انطپس بن ہیرودوس بیت المقدس کا حاکم اعلےٰ تھا جو بنی اسرائیل کی ساری سرزمین پر حکومت کرتا تھا اور وہ اپنے باپ ہیرودوس کے نام سے مشہور تھا، اور حضرت ذکریا بیت المقدس میں خانہ خدا کے معاون یعنی خادم مقرر تھے۔ مگر آپ کی بیوی الیشبع عمر رسیدہ اور بانجھ تھی اور آپ خود بھی زیادہ عمر کے ہو گئے تھے جب آپ خانہ خدا میں مشغول عبادت تھے اور یہ دعا کی کہ اے خدا میرا وارث پیدا ہو تا تو وہ توریت کے احکام کو زندہ کرے اور آل یعقوب کا وارث بن جائے تب خدا تعالےٰ نے حضرت ذکریا کی مناجات قبول فرمایا اور بشارت دی جو آیت قرآن شریف میں مذکور ہے:- یا ذکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ لم نجعل لہ من قبل سمیا۔

ترجمہ:- اے ذکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا) ذکریا نے عرض کیا، اے میرے رب میرے لیے کوئی علامت فرما دیجیے ارشاد ہوا کہ تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین رات آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہو گے پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس بر آمد ہوئے اور ان کو اشارہ سے فرمایا کہ تم صبح اور شام خدا کے پاکی بیان کیا کرو، غرض فرشتہ نے ان سے کہا کہ تمہارے

حمل کے قرار پا جانے کی علامت یہ ہو گی کہ تین یوم تک تم گونگے
بن جاؤ گے صرف اشاروں سے کام چلاؤ گے (یعنی جو فکر سے
عدم تفکرات میں کسب انفاس کیا جاتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور
حضرت یحییٰ پیدا ہوئے جو ایک عرصہ دراز تک جنگلوں میں رہے
ٹڈی اور شہد آپ کی خوراک تھی اور اونٹ کے بالوں کالمبا کرتا
اور اس پر چمڑے کا کمربند باندھتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ تاریخ ابن خلدون
صفحہ ۶۲۸ میں ہے کہ حضرت حنہ زوجہ حضرت عمران بانجھ تھیں اور آپ کی
بہن الیشبع بھی بانجھ تھیں جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور حضرت حنہ
نے یہ نذر مانی کہ اگر مجھے حمل رہ جائے تو اس کو بیت المقدس کی
خدمت کے لیے آزاد کر دوں گی مگر خلاف امید ان کے یہاں
لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام انہوں نے مریم رکھا اور یہ کہا کہ یہ مسجد کی
خدمت کیونکر کر سکے گی یہ تو لڑکی ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے
مگر پھر بھی حنہ ان کو مسجد میں کاہنوں یعنی خادموں کے پاس لائی
جس کے لینے سے انہوں نے اس وجہ سے انکار کیا کہ یہ لڑکی ہے مگر ذکریا
کے سمجھانے پر جو مریم کے خالو تھے قبول کیا اور انکی پرورش کی بابت
قرعہ سے فیصلہ ہوا جو حضرت ذکریا کے نام نکلا اور آپ نے ان کو مسجد
کے گوشہ میں ایک حجرہ میں رکھوایا۔ حضرت یحییٰ و ذکریا کی شہادت
کے متعلق یوں بیان آیا ہے کہ حضرت ذکریا بیت المقدس کے متولیوں
میں سے تھے لیکن آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ کی کمائی سے
گزر کیا کرتے تھے۔ سلسلہ نبوت کے ختم ہو جانے کے خوف سے ایک

ایک سو بیس برس کی عمر میں لڑکے کی دعا، مانگی چنانچہ حضرت یحییٰ
پیدا ہوئے. یہ نام خود اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے جس کا معنی ہے
کہ زندہ رہے گا۔ حضرت یحییٰ بنی اسرائیل کے ہاتھ سے شہید ہو کر گویا
ہمیشہ اپنے نام کے موافق زندہ ہے۔ اسی زمانے میں بنی اسرائیل کا بادشاہ حاکم
ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو رشتہ قرابت کی وجہ سے
اس کو ایسا کرنا جائز نہ تھا۔ مگر عاشق ہو گیا تھا۔ اس نے بنی اسرائیل
کے عالموں سے مسئلہ دریافت کیا۔ انھوں نے سازش کر کے کہا کہ یہ بات تو
ٹھیک ہے مگر ہم میں ایک یحییٰ عالم ہے اگر وہ اس کو صحیح کہہ دیں تو بہتر
ورنہ سب لوگ ان کو مانتے ہیں. بعد میں وہ سب آپ کو بدنام کر دیں گے
حاکم نے ان کو بلایا، آپ نے فرمایا کہ یہ ناجائز ہے۔ تب اس
نے غصہ میں آکر آپ کو شہید کیا۔ اسرائیلی عالموں کا مقصد پورا ہو گیا
اسی میں بخت نصر بابل کا بادشاہ بنی اسرائیل پر چڑھائی کر کے آیا اور ستر ہزار
بنی اسرائیل قتل کئے۔ حضرت ذکریا سے بنی اسرائیل آخر کو منحرف ہو گئے تھے حضرت
ذکریا ڈر سے جنگل کو بھاگ گئے اور جنگل سے پناہ چاہی وہ پیڑ شق ہو گیا اور یہ
اسکے اندر چھپ گئے۔ بنی اسرائیل کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ آرہ چلانے لگے
اور بیچ پیڑ کے حضرت ذکریا کو بیچ میں سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالے
حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش ایک ہی سال کی ہے حضرت
یحییٰ پر بنی اسرائیل کا نبوت کا خالص توریت کی شریعت
کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب اس سے آگے حضرت عیسیٰ کی نبوت
انجیل شریعت کا زمانہ ہے۔

آٹھواں سوال

حضرت ذکریا علیہ السلام کو اس درخت پناہ گاہ سے کس جانور نے اظہار کیا اور حضرت ذکریا پر کونسا آرہ چلایا گیا۔

جواب: غرضیکہ حضرت ذکریا پہلے زبان کے ساتھ یاد خدا کرتے تھے۔ لعد میں اس نے ذکر آرہ کیا جس ذکر آرہ کی بدولت اس نے اپنے دل سے دل نکالا۔ اور وہ جانور اس کی زبان تھی جس کے بعد اس کو اپنے دل کو ذکر آرہ کے ساتھ دو ٹکڑے کرنے کا حکم ہوا اس لئے ذکر آرہ بھی وجودی تحقیقات کے لئے ضروری ہے اور روحانی تحقیقات بہت بعید ہے۔

حضرت عیسیٰ کی پیدائش

بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ اپنے لڑکوں کو بیت المقدس کا خادم بنا دیا کرتے تھے حضرت مریم کی ماں حضرت حنہ نے اس دستور کے موافق نذر مانی کہ ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو پیدا ہونے کے بعد بیت المقدس کا خادم بنا دینگے۔ جب حضرت مریم پیدا ہوئی تو لڑکی کے پیدا ہونے سے ان کو بڑا رنج ہوا۔ مگر اللہ نے مریم کا خادم ہونا قبول فرمایا۔ حضرت مریم اپنے خالو حضرت ذکریا کے پاس پرورش پاکر بیت المقدس کی خدمت کیا کرتی تھی۔ سریانی زبان میں مریم کے معنی خادمہ ہیں جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ دنیا میں اپنی قدرت کا نمونہ پیدا کرے تو حضرت جبرئیل نے ان کے جسم میں حضرت کے روح پھونک دی اور حمل رہ گیا علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی پیدائش دنیا میں ظاہر کر دی تاکہ انسان کو

اس کی ہر طرح کی قدرت پر ایمان ہو۔ حضرت آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا
کیا حضرت حواؑ کو بغیر عورت صرف مرد کے جسم سے پیدا کیا اور عیسیٰؑ کو صرف عورت
کے جسم سے پیدا کیا۔ اب مطلب یہ ہے کہ جتنے پیغمبروں کی ذکر یہاں
ہو چکی ہے ان کے بارے میں قرآن میں پوری تفصیل ملتی ہے۔ غرض ہم نے
مختصر میں مذکور کیا لیکن ثابت یہ ہوا کہ سبھوں کی عقل نفسی و جزوی کے
متعلق ہو چکا ہے جس طرح ذکریاؑ کے ذکر سے یہ معلوم ہوا کہ وہ بوڑھی
کیا کام کرتی تھی حقیقت میں وہ اپنے انفاس کے ساتھ ذکر دائمی کے ساتھ
تحقیقات کرتی تھی اور الشیخ جو اس کی عورت تھی اور وہ حضرت ذکریاؑ کی
عقل نفسی تھی جس کے بطن سے حضرت یحییٰ پیدا ہوا یعنی ذکر دائمی سے جو نور
پیدا ہوا آخر اس نے اسی نور کو حیات قرار دیا۔ جو آخر شہید ہوا یعنی جسمانی
لطائف کے انوار سب فنا ہونے والے ہیں۔ اس لئے وہ شہید ہوا اور نام تو
زندہ ہی رہا۔ جیسے شیطانی عنصر و انفاسی و عقول بہت ذلیل ہو جاتے
ہیں۔ یعنی جہنم کا سلسلہ بھی انہی عقلوں یعنی نفسی و جزوی کے ماتحت لوگوں
کے لئے آیا ہے۔ اب مریم کے متعلق یہ ثابت ہوتا ہے کہ مریم ماں جنتے
یعنی عقل جزوی نے مریم یعنی عقل معنوی پیدا کی جس عقل معنوی نے عیسیٰ کو
روح اللہ یعنی نور حقیقی کو بغیر پدر یعنی غیب سے لایا جو روحانی لطائف کے انوار تھا
ہے اور ہمیشہ زندہ رہے جس نے بچپن ہی میں کلام کیا یعنی اسم ذات اپنا
نام خود ہی بیان کیا اور پھر زندہ آسمان پر چلا گیا۔ مطلب آسمان کا یہ ہوا کہ وہ
جسم کے باہر تحقیقات کرتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقل معنوی کی بدولت
حضرت مریمؑ نے پچھلے پیغمبروں سے زیادہ تحقیقات حاصل کیا یعنی روحانی درجہ

کو پہنچ گئی ۔ اب عقل کلی کی تحقیقات باقی رہی ۔ الغرض جتنے پیغمبروں کی تحقیقات متعلق یہاں تک بیان ہو چکا ہے ۔ وجودی تحقیقات ثابت یہ ہوا کہ سب پیغمبر نفسانی عقلوں کے متعلق خدائی کا ثبوت دیتے آئے ہیں ۔ بعض نے خاکی عنصر کو خدا جانا اور بعض نے آبی عنصر کو بعض نے ناری ، بعض نے بادی عنصر کو خدا جانا ۔ اسی واسطے ان کی کتابیں یعنی انجیل ، زبور ، تورات اور باقی کتابوں کی حکایات جو انہوں نے خدائی کے متعلق باوجود تحقیقات بیان کیا ہے اور قصوں میں شمار کیا گیا ہے ۔ نہ کہ قرآن ہیں ۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان جناب رسالت مآب حضرت محمد ص کے حقیقی اور روحانی و لقائی ظاہری و باطنی ، ارض و سماء تحقیقات کے پیش نظر منسوخ ہو گئے ۔ کیونکہ وہ سب پیغمبر عقل حسی و عقل جزوی کے آگے نہ بڑھ سکے ۔ غرض ان عقول اور انفاس کے ذریعہ شیطانی قوت کمزور کرنا مقصد ہے کیونکہ ہمارے لئے شک صدر اسی عملیات کے ہوتے ہیں کیونکہ شک صدر حکم حضرت پیغمبر اور امت پہ لازم ہے ۔

اب یہاں ضروری تشریح کیا جاتا ہے کہ باوجود مغالطہ لوگ کہیں اپنے چند اغراض کے مطابق چپ رہتے ہیں ، اس لئے یہاں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مریم تین طرح کے حدود میں پائی جاتی ہیں ۔ وہ یہ کہ اول تاریخی واقعہ مریم کو جو مشکوک ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ تاریخ میں مریم کا نکاح یوسف کے ساتھ ثابت ہوتا ہے ۔ جیسا عیسیٰ کے بے پدر ہونے میں شک ہو جاتا ہے دوم فکر کو بھی مریم تصور کیا جاتا ہے ۔ چونکہ فکر وجود کے حدود میں ہی کام آتی ہے اسلئے اگر فکر کے ذریعہ کسی کے انفاس سے کسی منتظر کو عیسیٰ قرار دیا جائے تو وہ بھی فانی تحقیقات

کہلایا جائے گا سوم جو اصلی معنی ہے وہ یہ ہے کہ اصلی مریم چشم بصیرت کو ہی کہا گیا ہے کیونکہ چشم بصیرت سے ہی غیب کی طرف موصول ہو جاتے ہیں لہذا چشم بصیرت نے ہی غیب میں الست بربکم کا خطاب دریافت کیا جس طرح فرماتے ہیں کہ مریم نے عیسیٰ کو اشارہ کیا اور عیسیٰ جو بچپن میں ہی بول لئے انکا یہ غرض اصلی مریم یعنی چشم بصیرت کو ہی کہا جاتا ہے جس نے لذت محمدی یعنی خدا کو دیکھا اور خطاب سن لیا تھا اور مریم کی اصلی حقیقت بھی سمجھا دیا ہے چونکہ مریم کو بولنے کی طاقت نہیں ہے کیونکہ چشم بصیرت کو صرف دیکھنے اور سننے کا ہی طاقت ہے غرض چشم بصیرت کیلئے آنحضرت نے یہ حدیث شریف بھی فرمایا ہے کہ ان دارالحکمت وعلی بابہا یعنی میں حکمت کا شہر ہوں اور علی میرا دروازہ ہے علی کا مطلب بھی چشم بصیرت ہی ہے۔

اب یہ سوال رہا کہ شق القمر کا بیان جو قرآن میں آیا ہے اس میں بھی بعض لوگ مشکوک سوال پیدا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیئے تو غرض وہ کیا معاملہ ہے اور پھر دوبارہ کیونکر چاند کو جوڑا ہوا اور اس میں کیا علامت رہی اور بعض لوگ بے سمجھی کے باعث غلط ہی ثابت کرتے ہیں لیکن میں اس واقعہ کے حق ہونے کے متعلق از روئے حقیقت یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت نے چشم بصیرت کو ہی دو حصے کئے یعنی چشم بصیرت سے ہی غیب کی پہچان اور چشم سر کی ظاہرہ معاملات کی فرق حاصل کی۔ کیونکہ ظاہری چاند کی بھی اسی طرح مثال ہے کہ یہی آفتاب کے مقابلے میں زیادہ فوقیت

رکھتی ہے۔ چونکہ چاند دن رات میں بھی دکھائی دیتا ہے لہٰذا ہر ایک انسان کے پاس بھی ظاہری اسباب کی طرح باطنی اسباب موجود ہے، جس طرح ظاہری چاند کی مثال ادبا اسی طرح باطنی چاند بھی انسان کی چشم بصیرت ہے
غرض ہر انسان کو چاہیئے کہ باطنی اشیاء سے ہی اپنے خالق کی پہچان کریں۔ تاکہ آدمی کہلایا جائے گا اور آنحضرتؐ کے فرمودہ پر ثابت قدم معلوم ہو جائے گا۔ اسی لئے ہر مذہب اور ہر ملت کے انسان کو اپنے پاس ہی سب باطنی اسباب موجود ہے اور پہچاننے کا بھی قوت قدرت نے عطا کیا ہے۔ جس کے باوجود میں بھی تمام مذاہب کے پیرو کو ان امورات میں رہنمائی کر سکوں گا۔

اب میں یہاں اہل ہنود کو بھی یہ واضح کرتا ہوں چونکہ انھوں نے بھی اوتاروں کے بتائے ہوئے اصولوں کو، نقل میں تبدیل کیا ہے۔ وہ حکایات اس طرح ہیں مثلاً شیو کی مورتی بھی قدرتی عالم غیب میں موجود ہے اور شینک بھی وہیں قدرتی بجتی رہتی ہے اور گنگا بھی قدرتی شیو کے اوپر بہتی رہتی ہے اور جلدان بھی قدرتی موجود ہے جس سے شیو کے اوپر گنگا بہتی ہے یعنی یہاں بھی جلدان جسم کو ہی کہا جاتا ہے کیونکہ چشم کے ذریعہ ہی پہچان کی جاتی، یعنی گنگا کی جو جلدان پہنچتی ہے جسے نرمل کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ چشم میں ہی وہ منظر سما جاتے ہیں، غرض اہل ہنود کو بھی وہی قدرتی مناظر جاننا ضروری ہے نہ کہ نقل۔ اس کے علاوہ اگر کوئی ان قدرتی معاملات کا جن کی نقل رکھی گئی ہے علم رکھتا ہے تو میں بھی اس کو بہت ترجیح دیتا ہوں کہ وہ بھی حسب

بقدور خدمت خلق اللہ کریں۔ یعنی علم کے باوجود دوسروں کو بھی آگاہ کریں۔ نیز خواہشمند لوگ میرے پاس آکر بھی پہچان حاصل کریں گے۔

اس کے علاوہ سکھ دھرم کے پیروؤں کو بھی یہ بتاتا ہوں کہ انھوں نے جیسا دستور عمل یہ رکھا ہے کہ دھرم سالہ میں جاکر راگ بجاتے ہیں اور دیگر عملیات کے قائل ہیں، غرض یہ راگ بجانے کے بجائے یہی راگ سناتے ہیں۔ جو قدرتی بجتی رہتی ہے چونکہ وہ عالم غیب میں ہمیشہ اپنے جمالیت کے باوجود قدرتی بجتی رہتی ہے۔ لہذا سکھ دھرم کو بھی قدرتی راگ سننا لازم عبادت ہے، غرض باوجود مہارت اس قدرتی راگ کے میں سکھ دھرم کے پیرو کو بھی روشنی ڈالوں گا

آنحضرت نبی آخر الزمان کی نبوت کا عموم

یٰسٓ ۝ والقرآن الحکیم ۝ انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم ۝ ترجمہ:۔ اے سید قسم ہے قرآن باحکمت کی، بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں اور سیدھے راستے پر ہیں۔ مکہ کے مشرک آنحضرتؐ کی نبوت کو تسلیم نہ کرتے تھے کبھی تو ان کو جادوگر بتلاتے، کبھی دیوانہ اور کبھی کاہن کہتے ہیں اور کبھی اتنا ہی کہہ دیتے کہ لست مرسلاً۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ نے جگہ جگہ مشرکوں کو یقین دلانے کیلئے آنحضرتؐ کی عزت بڑھانے کے لئے آپ کی قسم کھا کر ذکر فرمایا ہے۔ تفسیر نقاش میں لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرتؐ

کی عزت بڑھانے کیلئے آپ کی قسم کھا کر ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح کسی اور نبی کی نبوت کو قسمیہ ذکر نہیں فرمایا۔ ان آیتوں میں قریش کی بات کا جواب تھا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے خالص قریش کا ذکر ـــــ لتنذر قوما انذر اباھم ـــــ سے فرمایا ہے۔ غرض آنحضرت صلعم تمام دنیا کے مذہبوں اور ملتوں کے واسطے رہنما بھیجا گیا۔

آنحضرتؐ کی ولادت

:- آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا عبداللہ بن عبدالمطلب کے انتقال کے چند مہینے بعد بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی کے پچپن روز بعد سنہ ۴۰ جلوس کسریٰ نوشیروان اور سنہ ۵۷۰ء میں آنحضرتؐ پیدا ہوئے۔

عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی۔ قبیلہ سعد میں آپ کا زمانہ رضاعت تمام ہوا۔ آنحضرتؐ کو حضرت حلیمہ نے دودھ پلایا اور جب آنحضرتؐ چار برس کے ہوتے اور اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ بکریاں کو چرانے کو گئے تو فرشتوں نے آکر آپ کا شکم مبارک چاک کرکے قلب کو نکالا اور اس سے ایک سیاہ نقطہ علیحدہ کرکے قلب کو اور آنتوں کو دھویا جس وقت اس واقعہ کی اطلاع حلیمہ کو ہوئی تو وہ اس خوف سے کہ مبادا اور کوئی واقعہ پیش نہ آئے آپ کو آپ کی والدہ بی بی آمنہ کے پاس لائی اور واقعہ شق صدر سے مطلع کیا۔ بی بی آمنہ نے کہا کہ تم ان کو لے جاؤ۔ یہاں کی آب و ہوا مزاج کے موافق نہ ہوگی۔ میں اس واقعہ سے ہراساں نہیں ہوتی۔ اللہ جلہ شانہٗ نے ان کو بہت سی کرامتیں مرحمت فرمائیں۔ جب آپ کی عمر چھ

چھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپ کو مدینہ اپنے اقرباء سے ملانے لے گئی بوقت مراجعت مقام ابواء میں بی بی آمنہ کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح سے آپ والد، والدہ ہر دو کی صغیر سنی میں یتیم ہو گئے اور جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو عبد المطلبؓ آپ کے دادا نے وفات پائی۔ بوقت وفات آپ کو پرورش کی غرض سے اپنے لڑکے ابوطالب کے سپرد کیا۔ ابوطالب آپؐ کے ساتھ محبت پدری سے پیش آئے۔ زمانہ رضاعت و طفلیت میں آپ کی عجیب حالت تھی۔ عادات جاہلیت عرب سے آپؐ بالکل بیزار تھے۔ لڑکوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے۔ اللہ نے آپ کو عام عادات خبیثہ سے اپنی امان میں رکھا۔ جب آپ نے تیرھویں سال میں قدم رکھا تو ابوطالب کے ہمراہ شام کی طرف سفر کیا۔ بصرہ کے قریب بحیرہ راہب کے صومعہ سے گذرے۔ بحیرہ راہب نے آپ میں آثار نبوت دیکھ کر اپنی قوم کو طلب کر لیا اور آپ کی نبوت سے ان کو مطلع کیا۔ پھر دوبارہ آپ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کا اسباب تجارت لے کر ہمراہ ان کے غلام میسرہ کے شام کو تشریف لے گئے۔ نسطورا راہب کی طرف جس وقت آپ کا گذر ہوا تو اس نے آپ میں شان نبوت دیکھ کر میسرہ کو آپ کے حالات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد واپسی میں خدیجہؓ کو کل واقعات سے آگاہ کیا۔ خدیجہ نے آپ کو آپ کی زوجیت میں دینے کا قصد ظاہر کیا۔

ابوطالبؓ نے آپ کا عقد جناب موصوفہ سے کر دیا۔ آنحضرتؐ کا سن مبارک اس وقت ۲۵ برس کا تھا۔ جب آپ پینتیس برس کے ہوئے تو قریش نے کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو بنانا شروع کیا۔ جس وقت حجرہ اسود

کے رکھنے کی نوبت آئی تو آپس میں سب لڑنے لگے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حجرہ اسود کو میں اپنے ہاتھوں سے رکھوں۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر قریش ایک جا ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ ابو امیہ نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ پہلے جو شخص موجود میں داخل ہو اس کو تم لوگ اپنا حکم سناؤ۔ قریش اس امر پر راضی ہو گئے۔

اسی اثناء میں آنحضرتؐ تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ یہ امین ہے یہ فیصلہ کریں گے۔ آپ نے ایک کپڑے میں حجر اسود کو رکھکر قریش سے فرمایا کہ اس کپڑے کو پکڑو۔ کسی کو کسی پر کچھ فضیلت نہ ہوگی اور نہ کوئی جھگڑا باقی رہ جائے گا۔ چنانچہ قریش نے آپؐ کے کہنے کے مطابق کپڑے کے کنارے پکڑ لئے جس وقت حجر اسود اپنے مقام کے قریب پہنچا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے لیکر اسے اس کی جگہ پر رکھدیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ اظہار و عبادت میں نہایت استقلال سے کوشش فرمانے لگے۔ آپؐ کی ذات بابرکات میں ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق اور صبر و فصاحت تھی۔ عالم شباب میں ہی آپ کو عبادت کا شوق تھا۔ حضرت خدیجہؓ سے کئی روز کا کھانا تیار کر کے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ پہاڑوں میں غار حرا میں آپؐ کئی کئی روز تک مصروف عبادت رہتے تھے اور آپؐ کو لوگ امین اپنی امانت دار کہا کرتے تھے۔ قبل نزول وحی آنحضرتؐ نے رویائے صالحات دیکھنا شروع کیا۔ کاہنوں اور علماء کتب آسمانی آپس میں آپ کی ظہور شان و نبوت کے چرچے و تذکرے کرنے لگے اور آنحضرتؐ بحال عبادت تنہائی و خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اکثر غار حرا میں تشریف لے جاتے

سے اور وہیں دو دو چار چار شب متواتر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔
یہاں تک کہ آپ کی ولادت کے چالیسویں برس آپ پر وحی نازل ہونے لگا
فرشتہ شہد کی مکھی کی طرح آتا تھا اور کبھی آپؐ پر القاء ہوا کرتا تھا اور کسی
وقت چادر یا اور کوئی چیز لپیٹا کرتے جلتے تھے اور وحی گھنٹی کی آواز کی
طرح نازل ہوتی تھی۔
اس پچھلی صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی جیسا کہ حدیث
شریف میں آیا ہے وَهُوَ اَشَدُّ عَلَیَّ اور وہ مجھ پر (زیادہ سخت ہے)
سخت جاڑے میں آپ پسینے پسینے ہو جاتے ہیں الغرض ابتداء غار حرا میں
آپ پر وحی نازل ہوئی اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان
من علق۔ (اقرا و ربك الاکرم الذی علم بالقلم الانسان
مالم یعلم۔ بی بی خدیجہؓ نے آپ کی باتوں پر تصدیق کی اور آپؐ پر
ایمان لائیں۔ بعد اس کے آنحضرتؐ پر نماز فرض کیگئی جبریلؑ آئے اور وضو
کر کے بجمیع ارکان و افعال نماز پڑھ کر آپ کو دکھایا۔ اس کے بعد آپ
شب معراج مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان
اور سدرۃ المنتہا پر تشریف لے گئے۔
پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی بھیجی جو وحی بھیجی معراج
کا ذکر قرآن شریف کے پندرہویں پارے کے شروع میں ہے۔
نیز یہ بھی ایک روایت ہے کہ پہلے دفعہ ابتداً جب آنحضرتؐ کو وحی نازل
ہوتی اس وقت آنحضرتؐ کانپ اٹھے اور گھبرائے۔ اس وقت حضرت کو
حضرت خدیجہؓ نے فرشتہ ہونے کی آگاہی کی۔ یعنی خدیجہؓ نے آنحضرتؐ

کہ بتلایا کہ یہ خدا کی طرف سے فرشتہ آیا ہے یعنی خدیجہ نے ہی پہلے پہچان
لیا مقصد یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے چالیس برس تک غار نشینی کی اور شق صدر
کا ہونا حقیقت میں اپنے وجود کی تحقیقات عقل جزوی سے کیا ۔ اس کے بعد
جو وحی نازل ہونے کے بارے میں فرمایا وہ آنحضرتؐ نے عقل معنوی سے فرق کیا
کہ یہ خدا کی طرف فرشتہ آئے ہیں اور یہ وحی نازل فرماتے ہیں غرض جو ابتدار
عالم و خلق آدم کے متعلق ہم نے پہلے بیان کیا ہے اسی عالم وحدت
یعنی روحانی جو لقائی اور قدیم ۔ بنیاد ہے کی کھوج ہمارے رہنما پیغمبر
آخرالزمان حضرت محمدؐ نے پورے طور پر حل فرمایا اور ہر قدیم و موجودہ مذہبوں
کی کتابوں پر فضیلت پائی ۔ یعنی اس راز کے آگے تمام مذہبوں کے پیرو
ختم ہو جاتے ہیں ۔

جو راز ہمارے پیغمبرؐ نے خدائی کے متعلق حاصل کر کے دین اسلام اور
فقر فی الوہیت ہمیشہ کیلئے دنیا و عقبیٰ کے لئے مثل آفتاب قایم رکھا ہے
اور اس راستی کے سامنے باطل یعنی کفر کی تمام عمارتیں گر جاتی ہیں ۔ کفر ان
اعمال کو کہتے ہیں جو اعمال حسی و جزوی سے کرتے ہیں یعنی جو نفسیاتی
خواہشات سے اور روح کثیف کیلئے لطف پہنچانے والی عملوں کو یعنی
صورت پرستی اور خدا پرستی یا فنائی چیزوں کو خدائی قرار دینا سب
اقوال و اعمال روحانی کے نزدیک کفر و شرک ہے ۔

بہ تحقیق اس کے برعکس ہمارے آقائے نامدار سرور کائنات حضرت
محمدؐ تمام پیغمبروں پر اپنے ظہور حقائق کے باوجود مانند آفتاب ہیں
اور ان کے اصحاب کبار یعنی ابوبکرؓ ، عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ ظاہری

و باطنی اسرار حقائق و معارف کے مسئلے ہیں جن کے متعلق حقیقت یہ ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے معراج کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں نے عالمِ غیب میں صدیق رضؓ کی زبان سے ندا سنی یعنی حق کی ندا سنی ۔ اور عمر رضؓ کے متعلق عدل حق و باطل یعنی کفر و اسلام، فناء و بقاء کی تحقیقات کے باوجود فاروق یعنی فرق کرنے والا لقب فرمایا گیا اور عثمان رضؓ کے عہد کے متعلق جامع القرآن فرمایا گیا یعنی جس نے حق کا علم سن کر جمع کیا اور مخلوق کو راہ راست کے لئے شمع الٰہی دکھایا اور حضرت علی رضؓ کے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ۔ "أنَا دارُ الحکمة و علیٌ بابھا" بہ تحقیق میں حکمت کا شہر ہوں اور علی رضؓ دروازہ ہے یعنی میرے علم کے جاننے والے ہیں اسی طرح حقیقی اصحاب کے متعلق بھی فرمایا ہے جن کے اوصاف حقیقت یہ بتلاتی ہے کہ بلال حبشی رضؓ سیاہ رنگ کے تھے اور وہ موذن بھی تھے سیاہی کے معنی غیب یعنی عالم روحانیت سے ایک آواز اذان کی طرح غفلت سے بیدار کرنے والی ابتداء سے انتہا تک موجود ہے جس آواز متعلق الست بربکم فرمایا گیا ہے جس آواز کے متعلق بایزید بسطامی رحؒ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ستر سال کا حساب طلب کرے گا تو میں اس سے ستر ہزار سال کا حساب لوں گا کیونکہ ستر ہزار سال میں اس نے الست بربکم کہہ کر سب کو شور میں ڈال دیا ۔ بلیٰ کہنے سے یہ تمام شور جو زمین و آسمان میں ہے ۔ شوقِ الست بربکم ہے اس کے بعد خطاب آیا جواب سنو ۔ روزِ قیامت ہم تمہاری ہفت اندام کو ذرہ ذرہ کر کے ہر ذرہ کو دیدار دکھائیں گے ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ستر ہزار سال کا حساب

ہے اور حاصل و باقی کو ہم تیرے پاس رکھیں گے اسی آواز دائمی کو ہلال کہا گیا۔
ہلال روحی اس اسرار انوار الٰہی کو کہا گیا ہے جس ہلال کے دیکھنے سے
عید بن جاتی یعنی اپنے معشوق حقیقی سے موصول ہو جاتے ہیں دوسرا معنی یہ
بھی ہے جو بتیر حقیقت کہ ہلال کمان کے مانند ہوتا ہے کمان سے تیر بھی
چلایا جاتا ہے جو تیر حقیقت کیا معشوق کے رموز اشارات و جلوے
جنکو دیکھکر عاشق فنا کی دنیا سے مرکر بقائی زندگی حاصل کرتا ہے
اور تیسرا مطلب ہلال کا نظر آنا یعنی عاشق معشوق کی طرف
منتظر بن جاتا ہے جیسا معنی یہ کہ ہلال کے ظہور کے متعلق جس طرح
ظلمت میں چراغ کی بدولت اس رنگ کے تمام چیز نظر آتے ہیں۔ اسی
طرح چاند سے بھی زمین اور نظام فلکی کے تحقیقات حاصل ہو جاتے
ہیں۔ حقیقت میں بھی اسی طرح حقیقت کے عالم کی پہچان بھی کسی مراقبہ
یا ندا سے معلوم عین الیقین بن جاتا ہے
اویسیؒ سے پہلے سلمان فارسی کے متعلق حقیقت یہ ہے کہ
سلمانؓ فارسی کے وصف سے سنگ فارسی بھی مطلب آتا ہے
سنگ فارس کے ساتھ سونے کی لاگ ہوتی ہے۔ سونے کی ملاوٹ
سے یہ ثابت ہوا کہ آنکھوں میں بھی نور محمدؐ کے آثار پائے جاتے ہیں
جس کی روشنی سے آنکھ دیکھ سکتی ہے غرض آنکھیں دو قسم کی ہیں
ایک ظاہری اور ایک باطنی ہے۔ باطنی آنکھیں روح کو عطا کی گئی ہے
اس آنکھ کو سلمان فارسی کہتے ہیں۔ اویسیؒ کے اوصاف میں یہ مطلب ہے
کہ اویس رضؓ کو ہر وقت حضوری اور قرابت حاصل تھی جس طرح واقعہ

میں اُویس رضؓ نبیؐ کے دربار میں کبھی نہ گئے۔ مگر ہمیشہ سبھوں سے بڑھ کر
اویس رضؓ نے رتبہ حاصل کیا یعنی سیرت کے اسرار میں اولوالعباد ثابت ہوا
جو حقیقت میں انسان کا روح ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا
و نحن اقرب من حبل الورید ولٰکن لا تبصرون
(میں تمہارے رگوں سے زیادہ تمہارے نزدیک ہوں لیکن نظروں میں نہیں
آئے گا مطلب یہ نکلا کہ اگر انسان کے قریب ہے لیکن ذات نہیں
صفات کیونکہ روح کے متعلق فرمایا قل الروح من امر ربی وما
اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ یعنی روح امر ثابت ہوتا ہے جو صفات
ہے ذات کے متعلق الرحمٰن علی العرش استویٰ یعنی ذات
وجود انسانی سے بعید ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے یہ معراج کے متعلق فرمایا
کہ میں مسجد اقصیٰ کے بلند آسمان کے سیر کر کے آیا۔ غرض جن کی ذکر یعنی
ان اصحابوں کی میں نے بڑے حقیقت کے تشریح کی۔ یہ آنحضرتؐ کے چار
درجے ہیں۔

(۱) درجہ احدیت (۲) درجہ احمدیت (۳) درجہ محمدیت اور (۴) درجہ محمدیات
یعنی بے نیازی ان درجات کا صد علم آنحضرتؐ نے عقل معنوی و عقل
کلی کی بدولت کیا اور ہمارے لئے بھی اسی تحقیقات کے متعلق فرمایا
اور حقائق معارف کے لئے راستہ بتلایا اور تحقیق کرنے کی وعظ فرمائی
اس وجہ سے میں نے بچپن سے ایک عرصہ دراز محنت و مشقت کے باوجود
ان اسرار معرفت و حقائق اور نبیؐ کے فقر کا اطلاع بہت بزرگوں کے
ذریعہ پایا اور عملی تحقیقات کر کے اپنے پاس عین الیقین حاصل کیا

اور بہت دوستوں کو بھی اس متعلق مطلع کیا اور اسی اسرار حقائق کے متعلق میں تمام فرقہ کے لوگوں کو اطلاع یابی کی دعوت دیتا ہوں چاہے مسلمان ہو یا اہل ہنود یا اہل مسیح ہو یا سکھ ہو۔ سبوں کو میں اپنے اپنے مذہب کے رو سے متعلق اصلی حقیقی مطلب پر پہنچ دوں گا۔ غرض تمام مذاہب کے لوگوں نے اصلی چھوڑ کر نقل کو اختیار کیا ہے جس کے کرنے سے سب لوگ دنیا کے خواہشوں میں پھنس گئے اور اپنے خدا سے غافل ہو گئے اور رسومات کے آگ نے سبوں کو گھیر لیا اور اپنی معبود کے امور کو بھول گئے۔ عمل تو سب کرتے ہیں لیکن نقل، اصل سے محروم۔

نواں سوال متعلق بت پرستی

غرض ہمیں بت پرستوں کے ساتھ یہ مسئلہ درپیش آتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی پتھر کو ہی پوجتے ہیں اور تمہارے پیغمبر نے بھی حجرۃ اسود یعنی پتھر کو ہی بوسہ دیا۔ اور کعبہ میں بعد نزول وحی بھی ٹھہرایا۔ اب دو پتھروں میں کیا فرق رہی۔ لہٰذا حقیقت اسلام پر کیا فرق رکھتی۔ ان مہربانی اعتقاد پر روشنی ڈالو۔ لوٹ: اس سوال کے متعلق حال ہی میں پنڈت دشی رام ساکنہ موضع سوہبرونہ تحصیل اسلام آباد نے کچھ گفتگو کیا۔ اس لئے ہم اس سوال کا جواب مانگتے ہیں؟

جواب:- چونکہ آنحضرتؐ نے قبل نزول وحی کے اوقات میں حجراسود کو بوسہ دیا اور اسود کو کعبہ میں دوبارہ اپنی جگہ رکھ دیا جس سے یہ غرض تھا کہ اس وقت لوگ وجود عنصری کو ہی وجود قرار دیتے تھے اس کے برعکس حضورؐ نے لوگوں کو یہ سمجھایا ایک انسانی وجود کے مقابلے میں پتھر ہی بہتر ہے کیونکہ انسانی وجود کو کہیں بشریت کے خواہشات غالب آتے رہتے ہیں اس کے برعکس اس وقت وجود عنصری پر اسود یعنی پتھر کو ہی ترجیح دی گئی اور بعد نزول وحی بھی پتھر میں ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر کا حوالہ دیا اور باوجود اس کے کہ حجراسود پہ کسی انسانی صورت کا نقش نہیں ہیں لیکن کل شی قدیر کا ہونا اس میں موجود ہے۔ اس لئے بوسہ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس وقت نادم ہو کر اسود کو بلا بشریت ہونے کی وجہ اور قدرتی صفت اسود میں یا دیگر جمادات میں موجود ہونے کے وجہ سے اسود کو بہتر جانا) اب یہاں بھی ضروری کہنا ہے کہ جب حج کے وقت حاجی لوگ اس جگہ بعد طواف کچھ تعداد کے پتھر کے ڈھیلے مارتے ہیں جہاں شیطان کو تصور کرتے ہیں جو حقیقت کے برخلاف ہے اور وہاں ہی شیطان کو تصور کرتے ہیں کیونکہ وہاں کوئی زندہ وجود یا کوئی نشان نہیں جس میں کوئی بشریت پائی جاتی اور شیطان تصور کیا جائے غرض وہ ڈھیلے مارنے شیطان کو حقیقت یہ بتاتی ہے کہ وہ اپنے وجود میں اپنے ہی نفس امارہ کو ذکر کے ضربات سے کمزور بنانا مقصد ہے۔

دسواں سوال

یہ ہے کہ جتنے اور اہل تصوف اس راستہ کے رہنمائی کرنے آگئے جیسا کہ تقریباً وہ سارے اپنے قول و فعل سے روحانیت کی طرف ہی زیادہ مائل دیکھنے میں آئے ہیں اسی لیے ہمیں ان ہی کا حقایات پہ روشنی ڈالیں اور عملی طور واضح فرمائیں۔

جواب: چونکہ روح کو قدرت نے تین عنصر عطا کئے وہ تین درجے ہیں۔ اول درجہ احدیت، دوم درجہ احمدیت، سوم درجہ محمدیت ان درجوں کے حدود اور لطافت الگ الگ اپنے خصوصیت سے قایم ہیں اور انہی درجوں کو روح طے کرکے الست بربکم کے آواز تک قالوبلیٰ اقرار دیتے ہیں اب واضح طور پر بتاتا ہوں کہ جب روح اپنے عالم غیب کی طرف متوجہ ہوجاتا تو اس وقت درجہ احمدیت پاتا ہے اور جب سماع لقاء روح سننے لگتا تو درجہ احمدیت پاتا ہے اور جب سرچشمہاں الست بربکم کی آواز روح کے کانوں میں پہنچی ہے تو اس وقت روح درجہ محمدیت میں پہنچ جاتا ہے اور روح تینوں حدود پاکر الم عہدہ کا وعدہ پورا کردیتا اور مقام باللہ حاصل کرتا غرض یہ تینوں لطیفے حسن سیرت ہیں نہ کہ حسن صورت) جو آخر فانی ہیں وہاں عالم روحانی میں بھی سننے کے بغیر دیکھنے میں کوئی رنگ مذہب کسی قسم کا ثابت نہ ہوا۔ اگر وہاں کوئی عالم یا پیر و درویش اہل تصوف صورت قرار دیگا۔ تو وہ معراج النبی کا منکر قرار دیا جائے گا کیونکہ آنحضرت م نے معراج کے بارے میں ندا کے بغیر کسی قسم کی صورت کا خدائی کے متعلق

کوئی حوالہ نہ دیا۔ غرض مجھے ان پیرو درویش رہنماؤں پر بہت افسوس ہے جو موجودہ زمانے میں بھی بطرز قدیم تنفس کے ساتھ ہی خدا کو وابستہ جانتے ہیں اور اب تک بھی ان کے سمجھ میں یہ بات جگہ نہیں لیتی۔ کہ چالیس سال کے ریاضت کے بعد آنحضرت ؐ کو درجہ نبوت ملی اور روحانی تحقیقات حاصل ہوا۔ جس کے بدولت ہمارے لیے آپ نے رستہ صاف کیا اور خود بھی آنحضرت ؐ نے غار نشینی اور کسب انفاس ترک کیا۔ اور ان کے اصحاب سے بھی آئندہ کے لیے غار نشینی ممنوع قرار دی گئی۔ ریاضت کے متعلق قرآن میں کچھ وقت کے لیے حکم کیا جاتا ہے جو ان آیات سے ثابت ہوتا ہے جہاں فرمایا ہے۔

یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَہٗ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔

ترجمہ: اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو۔ مگر تھوڑی رات یعنی نصف رات یا نصف سے کچھ بڑھا دو۔ اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے تو ہیں۔

ان آیتوں سے یہ ثابت ہوا کہ ریاضت میں وہ بھاری کلام سننا قبول ریاضت ہے اور وہ بھاری کلام قدرت سادہ ندا ہے جو الست بربکم اللہ کے طرف عالم ارواح میں روحوں کو خطاب ہوا ہے اور وہی بھاری کلام آنحضرت کو جب اس رات کی ریاضت میں خطاب آیا۔ تو اس وقت آنحضرت اور ان کے اصحاب جن کو یہ رتبہ حاصل ہوا وہ معمول کی ریاضت جو ان پر حکم کی گئی ایک سال کے بعد کی

گئی جس طرح قرآن شریف کے یہ آیات معلوم ہوا کہ جب انہوں نے وہ ہماری کلام سمجھا یعنی روحانیت میں مقام الست بربکم حاصل کیا تو یہ ارشاد ہوا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

ترجمہ: آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعض آدمی دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے تو اس نے تمہارے عنایت کی طرف لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے گا۔ اور اس آیات سے پہلے روحانیت کی طرف اللہ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ وہی ہماری کلام یعنی الست بربکم جاننا ریاضت سے بہتر ہے لہٰذا اللہ فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ؀

ترجمہ۔ یہ ایک نصیحت ہے تو جس کا جی چاہئے اپنے پروردگار کی طرف سے راستہ اختیار کرے) غرض اللہ کا راستہ اختیار کرنا عالم غیب میں الست بربکم کے خطاب کی طرف روح کو متوجہ کرنا ہی مقصود ہے۔

گیارھواں سوال

اگرچہ آنحضرت ؐ خود شب معراج میں اُن اسرار معرفت

اور غیبی اور رموز حقائق سے موصول ہوئے جو کہ قرآن و احادیث کے
ذریعہ بیان کئے گئے مثلاً مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک سیر اور قدیم پیغمبروں
کی امامت کرنا اور اقصےٰ کے باہر آسمانی معاملات یعنی عالم معرفت اسرار
و رموزات کو مدنظر رکھ کر ہمیں اس حدیث شریف پر روشنی ڈالیں۔
جیسے فرمایا ہے الصلوٰۃ معراج المومنین یعنی نماز ایمانداروں کے لیے
معراج ہے۔ غرض حالت نماز میں کونسی کیفیت مومن پر طاری ہو جاتی ہے
جو کہ بہ نسبت معراج النبی ص کے ہوتے ہیں۔
چونکہ آنحضرت صلعم کے معراج کے متعلق یوں بیان کیا جاتا ہے

جواب: کہ پہلے مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصےٰ تک جو منزلہ طے ہوا
وہ جسمانی و دلیوں کا دور تھا۔ اور جو مسجد اقصےٰ میں پیغمبروں کی امامت ادا
کی اور بعد سلام وہ تمام آزاد ہوگئے حقیقت میں آنحضرت ص نے کسب
انفاس وہاں ترک کیا۔ اور حد جسم سے باہر عالم روحانیت تلاش
کرنے لگا۔ جہاں آپ کو قدرت کے مناظرے اور وہ دائمی ندا کانوں
میں سما گیا اور سفر کا منزلہ طے ہوا اور معراج کی دلالت بھی اسی آواز
کی طرف منسوب کی گئی۔ اسی طرح ایک مومن کو بھی حالت نماز میں وہی
ندا روحانی کانوں سے سننا معراج ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ موجودہ
زمانے کے پیرو درویش یہی کسب انفاس قرب خدائی اور صورت
پرستی ہی معراج چاہتے ہیں جو کہ آنحضرت ص مسجد اقصےٰ ہی میں ترک
کئے تھے۔ اور موجودہ پیروں درویشوں اور بعض لوگوں پر قرآن
کے اس آیت سے حیف اور افسوس ثابت ہوتا ہے جہاں فرماتا
ہے الذین ھم عن صلاتہم ساھون۔ ترجمہ یعنی [illegible]

ان نماز پڑھنے والوں، کو جو اپنی نماز سے بے خبر ہے۔ غرض جس نماز پڑھنے والے کو نماز میں معراج کے نِدا کا حضور نہ ہو جائے اس کی نماز نہ پڑھنے کے برابر ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے لاصلوٰۃ الا بالحضور القلب ترجمہ (وہ نماز نہیں ہے جس میں دل حاضر نہ ہو) ان حقوق کو مدنظر رکھ کر میں استدعا کرتا ہوں کہ رہنمائی کی بدولت ہر بنی آدم مذکورہ عین الیقین ہو جائے گا۔ اور انہیں معاملات میں فیض یاب ہو جائیں گے اور خالق وارض وسماوات جملہ جاندار سے موصول ہو جائیں گے۔ اور ظاہری باطنی امورات میں فتح و نصرت حاصل کریں گے۔ اور وہی ندا جاننے والا حیات دائمی حاصل کرتا ہے اور ندا سے محروم کے حق میں قرآن فرماتا ہے۔ وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ واضل سبیلا (یعنی جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔ اور زیادہ (گم کردہ ہوگا) لہذا ہر حیوان انسان کی تلاش اسی طرف ہونا چاہیے جہاں لقاء موجودات حاصل کریں۔ اور ہمیشہ کے لیے مقام رضا حاصل کر کے حدود حق الحق میں موصول بن جائے۔ جس صفت کو بعد موت بھی حدیث شریف کے رو سے سلام کرنا حکم ہے۔ جیسا کہ السلام علیکم یا اہل القبور۔ یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ مردہ جسم میں بھی کل شئی نند ہو کی موجودگی قائم رہتی ہے۔

بارہواں سوال

منقول ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے پشت بہ پشت نور محمد چلا آیا۔ جس سے جنم کا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آنحضرت صلعم نے مومن کے لیے جنم کا سلسلہ منقطع فرمایا ہے جواب سے مطلع کریں۔

جواب: غرضیکہ قدیم پیغمبروں نے نور محمدؐ یعنی نور حقیقی کا کھوج باوجود ان کے تحقیقات نہ کیا جس طرح ان کی کتابیں منسوخ ہوگئے وجہ یہی ہے کہ ان سے پورا تحقیقات نہ ہوا ہاں جب آنحضرتؐ نے اس نور حقیقی کا کھوج کیا اور ہمارے لیے بھی رستہ صاف کیا تب جنم کا سلسلہ ختم فرمایا ورنہ جنم ادا کرنا نہ جاننے والے کے لیے قائم ہے۔ لہٰذا ہر انسان کو چاہیئے کہ اپنے خالق کے عہد کو جاں نثاری سے عملی طور وفائی کرے۔ جس سے جنم کا سلسلہ ختم ہوجائے اور ایمان کامل ہو جائے۔ چونکہ جنم کا سلسلہ خواہشات نفسانی کے کاموں اور عملیات سے جاری رہتا ہے جس کی وجہ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے بھی ناامید ہو جاتا ہے غرض اللہ کی راہ اختیار کرنا ہر انسان پر فرض کیا گیا ہے اب جنم کا سلسلہ اس طرح بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں خدا فرماتا ہے کہ میں تمام مخلوق کو حساب لینے کے لیے اپنے قبروں سے کھڑا کرے گا تو اس وقت سب ایک ہی عمر کے ہوں گے غرض حقیقت یہ بتاتی ہے کہ سب اپنے والدین کے بطن سے عمر کے لحاظ سے ایک جیسے ہی پیدا ہوتے ہیں اور دنیا میں اپنے کیئے کے مطابق

درجہ پاتے ہیں۔ چنانچہ آدمی کی کوشش ہر وقت بلندی ہی چاہتی ہے
لیکن نماز کے بغیر کہاں پہنچ سکتے غرض جنم کا سلسلہ حساب دینے کے لیے
قدرت نے قائم کر رکھا ہے اور درجہ رد حانیت سے الم عہد تک جا پہنچا
اس کے لیے حساب اور جنم ختم ہوگیا۔ نیز میں عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی
شخص سب علم مجھ کو غلطی کا اصلاح کریں یا اور کوئی سوال کریں تو عین
خداشناسی ثابت ہوگی اس کے برعکس میں بھی جب مقدور بیان کروں
گا۔ اور باقی لوگ بھی راہ راست پر پہنچ جائیں گے اور ظاہری و باطنی حقوق
بجالائیں گے۔ نیز میرا اصلی مطلب یہ ہے اللہ تعالےٰ ہمیں ہمیشہ صراط مستقیم
پر چلائے۔ اور تمام لوگوں کو صحراء ظلمت سے نکال کر خود وحدانیت
سے پردہ اٹھا دے اور بنی آدم کو حقوق مصارف کے جاننے کا توفیق
عطا کرے اور درمیانی مفادات اور جنگ وجدل سے محفوظ رکھیں۔

تیرھواں سوال

یہ ہے کہ اگر ہم تمام مسلمانوں کو آنحضرت ؐ کے درود سلام
ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے لیکن ہمیں عرض یہ ہے کہ آنحضرت خود درود
شریف کس کے طرف محمد کے نام سے منسوب کرتے تھے جس کے متعلق
بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ آنحضرت ؐ خود اپنے محمدیت پر درود ادا کرتے تھے
لیکن آپ اس معاملے کے حقیقت پر روشنی ڈالیں۔
حقیقت آنحضرت کا درود پڑھنا یہ مطلب آنحضرتؐ درج محمدیت ؐ
جواب: سے درجہ احمدیت کی طرف درود ادا فرماتے تھے۔ یعنی صورت
سیرۃ النبی ؐ کی طرف درود کرنا واجب ہے اسی طرح ہم کو بھی سیرۃ النبی ؐ

ہی کی طرف درود ادا کرنے کا حکم ہے کیونکہ سیرت نور محمدؐ کو ہی کہا جاتا ہے جو کہ ہر انسان کے پاس موجود ہے اور وہی نور محمدؐ پہچاننا ہر انسان کو لازم ہے۔

چودھواں سوال

یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے نزول وحی کے متعلق حقیقت کیا تھی۔ بیان فرمایا۔

جواب: چونکہ حقیقت وحی وہی ندا ہے جو آنحضرتؐ نے درجہ روحانیت میں دریافت کیا ہے اور ہر انسان کو جاننے کا حکم فرمایا ہے اور وہ ندائے نور محمد کا ذاتی جمال ہے اور اسی ندا و کے طرف منسوب فرما گئے چونکہ ان حروف مقطعات سے ہمیں یہ ثابت ہوتے ہیں جہاں قرآن کے ابتداء میں الم ذالک الکتاب یہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابھی کتاب یعنی قرآن مجید موجود نہ تھا۔ کتاب کے طرف اشارہ کیا گیا لیکن حقیقی مطلب یہ تھا کہ آنحضرتؐ خود ہی کتاب تھا یعنی اسی لئے مذکورہ حروف کے صفت آنحضرتؐ کے روحانی درجے ہیں اسی لیے آنحضرتؐ نے قرآن کو غیب ہی کی طرف یعنی اللہ کے طرف ہی سمجھا۔ لیکن قرآن آنحضرتؐ کے زبان مبارک سے ہی نمودار ہوا۔ اسی طرح حدیث کو اپنے طرف سے اشارہ فرمایا۔ چونکہ حدیث آنحضرتؐ کے محمدیت سے ہی ارشاد فرما گئے یعنی جسمانی زبان کے طرف ہی منسوب کئے گئے اسی لئے کلام غیبی کو قرآن فرمایا اور کلام ظاہری کو حدیث فرمایا۔

پندرھواں سوال

یہ ہے کہ آنحضرت نے معراج کی حقیقت میں دستگیری ہونے کا اظہار فرمایا جس کے متعلق بعض لوگ پیر دستگیر کی دستگیری کرنے نبیؐ کو منزل معراج میں سمجھتے ہیں لیکن اعتراض کی بات یہ ہے کہ بعد آنحضرتؐ پیر دستگیر چند صدیوں کے بعد پیدا ہوئے غرض معراج کے وقت پر کس دستگیر نے آنحضرتؐ کو دستگیری کیا۔

جواب: حق تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے چشم بصیرت کو ہی دستگیر قرار دیا جس طرح کہ چشم بصیرت سے ہی معراج کی حقیقت کی دریافت ہوئی۔ یعنی نداء غیبی چشم بصیرت سے ہی دیکھنے میں آیا۔ اسی طرح روحانی مسائل آنحضرت اور اولیاء کرام نے حل کئے وہ یہ ہے کہ جب شیخ نورالدین ولی رحہ کے پاس تین سو ساٹھ مولوی، یعنی علماء وقت تین سو ساٹھ مسائل پوچھنے کے لیے داخل ہوئے۔ تو وہاں شیخ نورالدین ولی نے تمام علماء کے طرف واپس سوال کیا کہ تم نے الست بربکم کا وعدہ پورا کیا یا نہیں۔ یہ سن کر تمام علماء شیخ نورالدین ولی رحہ کے پاس لاجواب ہو گئے۔ اور جب رہا کر شیخ کامل کی طرف متوجہ ہوئے۔ تب شیخ نورالدین ولی رحہ نے تمام علماء کو ایک ہی پتھر پر بٹھایا۔ اور مسائل کے جوابات وہاں ہی حل ہو گئے۔ غرض وہ پتھر بھی اگر چھوٹی ہے تو اس وقت تین سو ساٹھ اس پر سما گئے۔ اور جوابات سے مطمئن ہو گئے لیکن حقیقت میں وہ پتھر بھی چشم بصیرت کو ہی کہلاتے ہیں جس کی بدولت روحانی لطائف دریافت ہوتے ہیں جہاں ظاہری علوم وفنون

نیست نابود ہو جاتے ہیں لیکن جتنے اولیاء آج تک گذر گئے ان تمام نے
روحانی علوم اور واقعات عوام کے سامنے پیش کئے لیکن عوام کی بدقسمتی
سے ان کے سمجھ میں یہ باتیں بہت بھاری گذرتی ہیں اس لیے ہر زمانے
کے لوگوں نے اس وقت کے ولیوں کو بہت تکلیف پہنچایا۔ نیز کسی ولی
کو چوری کی تہمت لگادی اور کسی کو مردود سمجھ کر ان سے کنارہ کش رہ
گئے۔ غرض یہ عوام کی ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ لوگ موجودہ روحانی
ماہروں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگ روحانیت
اور الم دعہد سے ہمیشہ محروم رہ جاتے ہیں۔

رسومات بد کے مٹانے کے واسطے

عملی کوشش

ایک گھر کے مالک کو چاہیے کہ وہ اپنے عیال کو رسومات بد سے ہر طرح بچائے جیسا کہ آج کل لوگوں میں دن بدن انہی رسومات بد کی طرف فطرت بڑھتی رہتی ہے جیسے تھتی اور بھاری کپڑوں کا استعمال اور لذیذ غذائیں نیز دنیوی تماشاؤں میں کام کا وقت ضائع کرنا اور آمدنی کے بجائے دوگنی خرچ کرنا لہٰذا رسوم کو مٹانے کے لئے ایک گھر کے خاندانہ کو چاہیے کہ وہ اپنے عیال کو پورا نگرانی رکھیں، تاکہ وہ فضول خرچ نہ کریں اور خاندار کو چاہیے کہ اگر اپنے لڑکے کو کسی کام کے کچھ روپیہ دیں تو اُس سے حساب پوری طور لیا کریں۔ تاکہ فضول خرچ نہ کریں نیز خاندار کو چاہیے کہ اس بات کا خیال بھی ضروری رکھیں کہ اپنے عیال کو خرچ کے واسطے دئے ہوئے روپیوں کے علاوہ اگر اخراجات اور مشکوک آمدنی نظر آویں تو عیال کو روک کریں (یعنی اخراجات کے پیدائش کا سبب معلوم کریں) اور عیال میں مجرم کو سزا دیں تاکہ نظام قایم رہ جائیں ورنہ گھر کی بربادی ہو جائے۔

غرض تمام لوگوں کے سامنے میں نے رسالہ پیش کیا، تاکہ لوگ

ان جملہ حقوق سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی حاصل کریں۔ جس طرح کہ میں نے خود
ایک ہندو کی تصنیف شدہ غزل میں بہت تصحیت اور راز مخفی یعنی
روحانی واقبیت پائی جو مسمی پرکاش رام نے بزبان کشمیری تحریر کی ہے
اور جس کو یہاں مع تشریح درج کرتا ہوں۔ تاکہ لوگ بھی سمجھ سکیں۔

غزل (از پرکاش)

معشوق ڈلو ٹھم پانے　　ازتن دجہوم عُریانے
عاشق گوس دیوانے　　ازتن دجہوم عریانے

میں جس چیز کا عاشق ہوں وہ دجود کے بغیر ہی میں نے دیکھا ہے
یعنی اسی ندا کا عاشق ہوں جو نور محمدؐ کا خطاب الست ہو بحکم انسانی وجود
کے باہر ہی اپنی جمالیت سے دن ورات دائم ہے اور معشوق لاابدال عاشق کہلانے ہے۔

نخ، تشیس، گل ناپہ گنگے　　اپ نتہ دراؤ رنگہ رنگے
کہتہ مود کہتہ رود سنگے　　ازتن دجہوم فسریانے

برف و یخ، دھوپ سے پگھل کر پانی کے رنگ میں تبدیل ہو گیا
جہاں کہیں لوگ ظاہر سے مر کر جیاوت دائمی پا گئے یعنی انہوں نے نفل اثبات و تو
حتی الامکان سمجھ لیا اور عمل میں لایا۔ اور بعض لوگ یہاں ہی رہ گئے۔ کیونکہ
انہوں نے باوجود کے باہر راستہ ہی نہ پالیا۔ غرض وہ وجود میں ہی
رہنے کی وجہ سے تنہائی کی حد میں یعنی عالم روحانیت میں نہ پہنچ سکے۔ جہاں
معشوق کا وصل حاصل کریں کیونکہ رہبر کی صورت کا ہی مشاہدہ کیا۔

ملت، مذہب، مقام　　دین، نہ دنیا بدنام!
تمہ نور کہ گژھت بے نام　　ازتن وجہوم عریانے

ملتیں و مذاہب، دنیا میں ظاہری رسم ہیں اور جہاں خالق کی قرابت ہے

وہاں ہر مذہب اور ملت کا آدمی پہچان میں یکساں ہے کیونکہ اس ندا کا کوئی نام ہی نہیں ہے ہاں اب اسلام میں اس ندا کا نام "نور محمدؐ" ہے اور دھرم شاستر میں "شنکہ" ہے اور سکھ مذہب میں "راگ" کہا جاتا ہے اور اہل مسیح عیسیٰؑ کا دس گھنٹہ کہلاتا ہے غرض جس کے یہ مختلف مذاہب کے نام ہیں وہ اصل میں کوئی نام ہی نہیں رکھتا ہے۔

غرض اب مذہب کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب اپنے رہنما کا فرمودہ ہے جس پر عمل کرنا ضروری پیرو کا حق ہے۔ رہنما کے پیغام پورے طور پہچاننا لازم ہے:

ہم واقف تت ثنائے   تم چھپی بے پروائے
عارفن روزے نہ رہائے   از تن چھوم عریانے

اور جو لوگ اس یگانگت کے حدود میں پہنچ گئے جہاں وہ ندا دائمی سنائی دیتے ہیں وہاں عارف لوگوں کو کوئی پردہ ہی نہ رہا یعنی ان کا وجود ہی وہاں نہ رہا اور انہوں نے سننے اور دیکھنے کی قوت حاصل کی۔

پرکانس دل جامہ تجود   سجودہ اندرے چھو موجود
موجود از راہ نابودا   از تن وچھوم عریانے

پرکانس نے اپنا وجود چھوڑ کر   کا لباس پہنا جہاں وہ ندا موجود ہے یعنی شنینک کا لباس پہنا اور شنکر موجود پایا یعنی زیر و بم میں پہنچ کر سیرہ پنہاں سننے لگا۔ اور وہ عالم غیب میں تمام کیفیت موجود ہے۔

اور جس کے لیے متعلق رحیم صاحب سولوری بھی غزل میں فرماتے ہیں۔

عہ یہ کیا وہ صاحبو کو نیر گوا تھم نائو عالم حیرت پیو
عشقم میدآنہ تراوتم دہ وجود شہود پتھر پیو

نتہ ہیو عاشقن یکساں گواہہ ناؤ عالم حیرت پیو
سوکس سنا درباؤ گو سوکس سنا تحقیق گو
تت کڈا آ نسر درن ۴ کو تت ناؤ عالم حیرت پیو

اور نعمہ صاحب بھی فرماتے ہیں کہ

کنہن بے کسی کو نثر ازانے نعمو مر جھے قبرا
زیو جیتے سکافی بزوتے کیاہ قبر نفلے قبر

غرض جہاں ہر صاحب نے قرآن کے آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی جہاں خدا سورتوں میں چاروں چیزوں کی قسم کھا کر انسان کو بہتر قرار دیتا ہے غرض وہی انسان بہتر ہے جس کو ان چاروں کی پہچان ہوگی جو انسانی وجود سے قدرت نے پہلے ہی پیدا کئے جن کی ذکر پہلے ہی کی گئی ہے اور انہی چیزوں سے نور محمد ؐ پیدا ہوا ہے پھر نور محمد ؐ سے ہی روح پیدا ہوئی اور روح ہی پہچاننے کی مستحق ہے۔

شیخ نورالدین ولی رہ فرماتے ہیں کہ

کینژن قبر چھے پوش زن تیرے کینژن قبر چھے سیاہ چاہ

اس قبر کے معنی دو طرح کے ہیں۔ اصلی قبر کے بھاری ہونے یا ہلکی ہونے کا مطلب یہ کہ لذیذ غذائیں کھانے سے اور دنیوی آرائش و آسائش سے قبر بھاری ہو جاتی ہے یعنی وجود بھاری اور مریض بن جاتا ہے اور جو سادہ غذائیں کھاتے ہیں تو اس کی قبر یعنی جسم تندرست رہتا ہے اور ہلکا بھی محسوس ہوتا ہے جیسے کہ وہ بار برداری اپنے اوپر اٹھا کے برف اسردیوں اور دھوپ و گرمیوں میں بھی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ غرض اس کو بھی وہ بوجھ اپنے گزر کا ہی ہوتا ہے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے

کہ جہنم میں ہر آدمی کو اپنا اپنا بوجھ کندھوں پر ہوگا۔ لہذا انسان ان
تین بشری اسباب کا ہمیشہ حاجت مند ہی رہتا ہے اور خدائی کا
دعوائے ناحق کرتے ہیں جو شیخ نورالدین رح فرماتے ہیں ع

نالہ زنئٹ، کھیلن میںٹ، بہن گوہ بچھ

غرض اگر ان تینوں اثبات کے حاجت مند نہ ہوتے
تو اگر خدائی کا دعوے دیتے تو کسی حد تک مانے جائیں گے اور
شیخ سکا ملِ رح فرماتے ہیں۔

پُس گرزھ ہمبُرزو نزار، منفام
تَس بیچھ دوزخ نار حرام

چونکہ لوگ اس کے معنی کو ظاہری تصور کرتے ہیں لیکن
اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ جو "ہمبُرزو" یعنی دل پر پہنچا۔ اور "نزار"
یعنی حرام وحق کی فرق کریں اور "منفام" یعنی قرآن کے حکم پر
ثابت قدم رہے اس کیلئے دوزخ کا عذاب اس پر حرام ہے۔

کتاب کے آخر میں یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ جب میں نے
بچپن سے نکل کر جوانی کی منزل پار کر کے محنت و مزدوری سے اپنا گذارہ
چلایا۔ تو میرے رشتہ دار، ہمسائے اور دیگر واقف کار میرا نام "ٹٹّہ علی"
سے پکارتے تھے۔

چونکہ اس نام کے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ میرے باپ کی
وفات کے بعد جو تہائی حصہ زمین کا ورثے میں ملا تھا۔ اُس حصہ پر اُس وقت
کی سرکار نے بیت الخلاء (ٹٹّی) بنائی۔ جس سے میری حق ملکیت تلف
ہوگئی اور تا حال وہ زمین ویسی ہی پڑی ہے اور وہ بیت الخلاء بھی اب

وہاں موجود نہیں ہے۔ لہذا اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر موجودہ سرکار کی اجازت ہو تو میں دوبارہ اس جگہ پر مسافروں کے لیے بیت الخلاء بنا دوں گا۔ تاکہ مسافر تنگ نہ ہوں اور مساجد کی بھی بے حرمتی نہ ہو۔

⁂ ⁂ ⁂

ختم شد

"زیارت شریف
حضرت علی محمد گلکار صاحب (رحمة اللہ علیہ)
نوہائہ سرینگر"

"The purpose of making this book a PDF is the one and only that everyone can get the benefits from this book. Although today is a digital time and everyone likes to read Ebooks. so we thought that we should make its Ebook, so that it reaches everyone and guide them to the right Path."

Zahid Manzoor
R/o Chakpath
Dooru Anantnag